جاسوسی دنیا

پہاڑوں کی ملکہ

جاسوسی دنیا سیریز نمبر ۱۱

ابنِ صفی

۱۹۵۲

پیش رس

جاسوسی دنیا کا گیارہواں ناول ”پہاڑوں کی ملکہ“ حاضر ہے۔ اسے آپ سابقہ ناولوں سے الگ تھلگ پائیں گے۔ اِس ناول میں فریدی آپ کو ایک قطعی الگ دُنیا میں نظر آئے گا۔ آپ دیکھیے گا کہ فریدی مہذّب سوسائٹی سے الگ رہ کر کس قسم کے کارنامے سرانجام دیتا ہے۔ اس کی ذہانت محض کسی خاص ماحول کی تابع فرمان نہیں۔ وہ صرف اُسی ماحول میں دلیری نہیں دِکھا سکتا جس میں اُس نے پرورش پائی ہے بلکہ ایک نئی دُنیا میں بھی اُس کی ذہانت اپنے کرشمے دِکھاتی ہے جہاں کے لوگوں کی زبان بھی نہیں سمجھ سکتا۔

اس بار سارجنٹ حمید کے قہقہے پہاڑوں اور جنگلوں میں گونجتے ہیں۔ اس بار ایک پاگل عورت اُس پر عاشق ہوئی ہے۔ اِس بار ایک بن مانس ہے، اُس کی بیوہ گونگی ہے۔۔۔ اور پہاڑوں کی حسین ترین ملکہ۔۔۔ اُس کی پُراسرار شخصیت۔۔۔ اُس کے حالاتِ زندگی آپ کو متحیر کر دیں گے۔۔۔ اور ایک دوسری نازک اندام انگریز لڑکی جو فریدی کے کاندھے پر بیٹھ کر پہاڑی راستے طے کر رہی تھی۔۔۔ حمید کے دلی جذبات اس وقت کیا کہہ رہے ہوں گے۔

مُجھے دعویٰ ہے کہ یہ اُردُو میں اپنی طرز کا پہلا جاسوسی ناول جس کے اختتام پر آپ حیرت زدہ رہ جائیں گے۔

ا۔ص

پیتل کی مورتی

ایشیا کا نامور جواں سال سُراغ رساں انسپکٹر فریدی صُبح کا ناشتہ کر چکنے کے بعد ڈرائنگ روم میں بیٹھا اپنی رائفلوں کا معائنہ کر رہا تھا سارجنٹ حمید اخبار پڑھنے میں مشغول تھا۔ دفعتاً اس نے قہقہہ لگایا اور فریدی چونک پڑا۔

''بڑی دلچسپ خبر ہے۔'' حمید نے کہا۔

”کیا۔۔۔؟“

”تبّت کے ایک باشندے کے پیٹ میں سے ایک پیتل کی مورتی بر آمد ہوئی۔“

”کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔“ فریدی نے کہا اور ایک آنکھ دبا کر رائفل کی نال کا جائزہ لینے لگا۔

آپ مذاق سمجھ رہے ہیں۔

”مت بکو۔۔۔“ فریدی اُکتا کر بولا۔ ”ہر وقت ٹائیں ٹائیں اچھی نہیں معلوم ہوتی۔“

”اچھا تو سُنیے۔“ حمید اخبار پڑھنے لگا۔ ”رام گڑھ ۱۲ جون چوبی پُل کے نیچے صُبح ہی صُبح ایک تبتی کی لاش ملی ہے۔ پوسٹ مارٹم سے معلوم ہوا ہے کہ متوفّی کے معدے سے تین انچ لمبی اور ایک انچ چوڑی ایک پیتل کی مورتی بر آمد ہوئی۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ موت اِسی مُورتی کے نگل جانے کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔ ابھی تک لاش کا کوئی وارث نہیں مل سکا۔ یہ مورتی آثارِ قدیمہ سے دِلچسپی رکھنے

والوں کے لیے موضوعِ بحث بنی ہوئی ہے۔ اکثر کا خیال ہے کہ یہ چندر گپت موریہ کے زمانے سے تعلّق رکھتی ہے۔ فی الحال یہ مُورتی پولیس کے قبضے میں ہے۔ یہ معمّہ کسی طرح حل نہیں ہو سکا کہ متوفّی نے اُسے کیوں نِگلا۔۔۔؟"

فریدی نے انتہائی سنجیدگی سے اُس خبر کو سُنا۔ اُس کی نگاہیں ابھی تک حمید کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، جو دوسری خبریں پڑھنے کے لیے اخبار کو اُلٹ پلٹ رہا تھا۔

"یہ لیجیے میگزین سیکشن میں اِس مورتی کی تصویر بھی ہے۔" حمید نے سر اُٹھا کر کہا۔ لیکن فریدی کی حالت دیکھتے ہی اسے بے ساختہ ہنسی آگئی۔

"کہیے جناب۔" وہ ہنس کر بولا۔ "کیا آپ کی رگِ جاسوسی پھڑکنے لگی؟"

"لاؤ دیکھوں وہ تصویر۔" فریدی نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ حمید نے اخبار اُسے دے دیا۔

فریدی تصویر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اُس کے ماتھے پر شکنیں اُبھر آئیں اور

نِچلا ہونٹ دانتوں میں دب کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کُچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

حمید اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے فریدی کو اِس حالت میں دیکھ کر بُرا سا مُنہ بنایا۔ بالکل اِسی طرح جیسے کوئی کاہل اور کام چور لڑکا اپنے کسی بزرگ سے کسی غیر متوقّع حکم کے خیال سے قبل از وقت ہی ناک بھوں سکوڑنے لگتا ہے۔

فریدی نے اخبار صوفے پر رکھ کر کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا۔

"یارب العالمین۔" حمید آہستہ آہستہ بڑبڑایا۔ "اِس گنہگار کو ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھیو۔"

"حمید۔۔۔!" فریدی نے کہا۔ "کیا تمہیں یاد ہے، براؤن نے ایک مورتی کا تذکرہ کیا تھا۔"

"کون براؤن۔"

"وہی جو پچھلے سال اسکاٹ لینڈ سے یہاں آیا تھا۔"

”اوہ۔۔۔ وہ سُراغ رساں چیف انسپکٹر براؤن۔“ حمید نے کہا۔ ”لیکن میرے سامنے کسی مورتی کا تذکرہ نہیں آیا تھا۔“

”اس نے ایک عجیب و غریب پیتل کی مورتی کا تذکرہ کیا تھا، جس کی وجہ سے لندن میں کافی ہیجان برپا ہو گیا تھا۔“

”ہیجان۔“ حمید نے تعجّب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”مورتی کی وجہ سے۔“

”وہ مورتی لندن کے ماہر آثارِ قدیمہ جارج فنلے کی ملکیت تھی۔ اسے کسی نے چُرا لیا اور پھر عجیب و غریب وارداتوں کے سِلسِلے شروع ہو گئے۔“

”بھلا یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ وارداتیں اِسی مورتی کی وجہ سے ہوئی تھیں۔“ حمید نے کہا۔

”اِس لیے کہ ایک بار وہ مورتی ایک قتل کے سِلسِلے میں پولیس کے قبضہ میں آ گئی تھی۔ لیکن کسی نے اسے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے پھر اُڑا لیا۔“

”واقعی عجیب بات ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”اسکاٹ لینڈ یارڈ میں چوری کرنا آسان

کام نہیں۔"

"اِس مورتی کے ماتھے پر بھی ایک سینگ ہے۔" فریدی نے اخبار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "براؤن نے جس مورتی کے بارے میں بتایا تھا، اُس کے ماتھے پر بھی ایک سینگ تھا۔"

"لیکن وہ ہے کیا بلا۔ اس کے لیے قتل کیوں ہوئے۔" حمید نے کہا۔

"یہ ابھی تک نہیں معلوم ہوا۔" فریدی نے کہا۔ "جارج فنلے نے بھی اس کے متعلّق کُچھ نہیں بتایا لیکن براؤن کا خیال ہے کہ اُس نے دیدہ دانستہ اُس کے راز کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔"

"اِس کے متعلّق آپ کا کیا خیال ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"میں خواہ مخواہ قیاس آرائی کرنے کا قائل نہیں۔"

"خیر ہو گا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور اخبار اُٹھا کر پڑھنے لگا۔

فریدی اور حمید آج کل تین ماہ کی چھٹی پر تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ گرمیاں شملہ میں بسر کریں۔ تقریباً سارے انتظامات مکمّل ہو چُکے تھے۔ وہ شاید آج ہی شملہ کے لیے روانہ ہو جاتے لیکن اُس درزی کی علالت کی وجہ سے جو اُن کے کپڑے سی رہا رہا تھا، انہیں دو ایک دِن کے لیے توقّف کرنا پڑا۔

"حمید۔۔۔!" فریدی کہتے کہتے اچانک رُک کر بولا۔

"جی۔۔۔!"

"ہم لوگ شملہ نہیں جائیں گے۔"

"کیوں۔۔۔؟" حمید نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہمیں آج ہی رات کی گاڑی سے رام گڑھ چلنا ہے۔"

"آخر کیوں۔۔۔؟"

"ضروری کپڑے تو ہمارے پاس کافی سے زیادہ ہیں۔ ہم درزی کی صحت یابی کا

انتظار نہ کریں گے۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن اس کی وجہ۔"

"پیتل کی مورتی۔"

"لا حول ولا قوۃ۔" حمید بولا۔ "کیا آپ اسے تبتی کے جرم میں گرفتار کر لیں گے۔"

"حمید زیادہ بکواس اچھی نہیں ہوتی۔"

"میں ہرگز ہرگز رام گڑھ نہ جاؤں گا۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"تمہیں چلنا پڑے گا۔" فریدی اس کی طرف مڑ کر بولا۔

"قیامت تک نہیں جاؤں گا۔" حمید نے کہا۔ "واہ یہ بھی اچھی رہی، بہ ہزار وقت تو چھٹی ملی ہے نہیں نہیں۔۔۔ مُجھ میں اب اتنی سکت نہیں رہ گئی کہ خواہ مخواہ آپ کے ساتھ دوڑتا پھروں۔"

"کاہل۔۔۔کام چور۔"

"مُجھے قطعی چوٹ نہیں لگی۔"حمید نے کہا۔"میں سو بار کاہل۔۔۔ہزار بار کام چور پھر۔"

"تمہارا سر۔۔۔!" فریدی نے کہا۔

"مُجھے اس سے بھی انکار نہیں۔"حمید بولا۔

"دیکھتا ہوں تُم کیسے نہیں چلتے۔" فریدی نے کہا۔

"میں آج رات کی گاڑی سے گھر چلا جاؤں گا۔"حمید نے جھنجھلا کر کہا۔"جہنّم میں جاؤ۔" فریدی نے کہا اور لائبریری میں چلا گیا اس کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی شدید اُلجھن میں مبتلا ہے۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر اس نے میز پر کتابوں کا اچھا خاصا ڈھیر لگا لیا۔

یہ کتابیں ایشیائی فنِ بُت تراشی سے متعلّق تھیں۔ تھوڑی دیر بعد حمید بھی تنہائی

سے اُکتا کر لائبریری ہی میں چلا آیا۔ فریدی کو کتابوں میں ڈوبا ہوا دیکھ کر اُسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ فریدی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"آپ نے بھی اپنی زندگی برباد کر لی۔" حمید نے کہا۔

"تم یہاں کیوں آئے۔" فریدی نے کہا۔

اتنی دیر میں حمید اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"اوہ۔۔۔ تو یہ اسی مورتی کے سلسلے میں چھان بین ہو رہی ہے۔" حمید نے جھک کر فریدی کے سامنے کھُلی ہوئی کتاب میں دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ اچھل پڑا۔

"ارے یہ تو بالکل اسی تصویر سے مشابہ ہے۔۔۔ بالکل وہی۔۔۔ ہو بہو۔۔۔ وہی۔" حمید حیرت سے بولا۔

فریدی نے کتاب بند کر دی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے۔

"ہمیں رام گڑھ چلنا ہی پڑے گا۔" وہ اس طرح بولا جیسے کوئی خواب میں بڑبڑاتا ہے۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔

"سُنا تم نے میں کہہ رہا ہوں کہ رام گڑھ چلنا ضروری ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اور اگر تم نہ جاؤ گے تو میں تنہا جاؤں گا۔"

"لیکن آپ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ آپ کی اس بے تابی کی وجہ کیا ہے۔" حمید نے کہا۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ ایک بار یہ مورتی میرے والد مرحوم کے قبضے میں آ کر نکل گئی تھی۔" فریدی نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" حمید نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"والد صاحب کے بارے میں تو تمہیں پہلے ہی سے بہت کُچھ معلوم ہے۔ وہ بھی میری ہی طرح کارناموں کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔ ایک بار یہ مورتی ان کے

ہاتھ بھی لگی تھی لیکن پھر پُراسرار طریقے سے غائب ہو گئی۔ یہ مُجھے ابھی ابھی اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوا۔ انہوں نے کتاب میں چھپی ہوئی تصویر کے نیچے پیتل کی مورتی کے متعلّق لکھا ہے۔" فریدی نے کتاب کو دوبارہ کھول کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھو۔"

حمید فریدی کے ہاتھ سے کتاب لے کر دیکھنے لگا۔

۲۰ جنوری ۱۸۹۳ء آج جب میں نے اس کتاب کا یہ صفحہ دیکھا تو مُجھے دس سال قبل کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ اسی تصویر سے بالکل ملتی جلتی ایک چھوٹی سی پیتل کی مورتی مُجھے ملی تھی لیکن وہ جس حیرت انگیز طریقے سے مُجھ تک پہنچی تھی اسی تحّیر خیز طریقے پر غائب بھی ہو گئی۔ ایک رات گرمیوں کے زمانے میں میں اپنے پائیں باغ میں سو رہا تھا کہ دفعتاً کوئی میرے پلنگ پر آ کر گرا۔ میری آنکھ کھلی میں نے دیکھا ایک آدمی زخمی ہو کر مجھ پر پڑا بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ میں نے اُسے ہٹانا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے مُجھے محسوس ہوا کہ وہ بے ہوش ہے۔ میں اُسے اٹھا کر اندر لے گیا وہ ایک انگریز تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے ہوش آ گیا۔ وہ وہاں سے

جانے کے لیے ضد کر رہا تھا۔ میں نے اسے بہت پوچھا کہ وہ کون ہے اور کس طرح زخمی ہو گیا۔ لیکن اس نے اس کے متعلّق بتانے سے انکار کر دیا۔ البتّہ اس نے مُجھے ایک پیتل کی مورتی نکال کر دی اور کہا کہ میں اسے اپنے پاس امانت رکھوں جسے وہ کسی موقعے سے آ کر لے جائے گا۔ پھر اس واقعے کے تیسرے دِن بعد اس کی لاش ایک نالے میں پڑی پائی گئی۔

وہ مورتی میرے پاس تقریباً ایک ہفتہ رہی پھر ایک دِن غائب ہو گئی۔ میں نے اس معمّے کو سمجھنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن مایوسی کے سوا اور کُچھ ہاتھ نہ آیا۔

حمید نے کتاب بند کر کے فریدی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”یہ سمیلی قوم کے سی جی لا کے دیوتا کی تصویر ہے، سمیلی قوم رام گڑھ سے ڈیڑھ سو میل دوری پر کچنار کے پہاڑی جنگلوں میں آباد ہے۔ سمیلی قوم کے لوگ اب سے کئی ہزار سال پیشتر تبت کے پوربی علاقے میں رہتے تھے۔ اس وقت بھی وہ

اسی دیوتا کی پوجا کرتے تھے۔ کسی حادثے کی بناء پر وہ لوگ تبت سے آ کر کچنار کے جنگلوں میں آباد ہو گئے۔ آج سے تین سو سال قبل ایک انگریز سیاح نے انکشاف کیا تھا کہ اس قوم پر ایک انگریز عورت حکومت کرتی ہے۔ جسے وہ دیوی سمجھ کر پوجتے ہیں اور اس سے بھی دلچسپ ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ یہ دیوی ان پر تین سو سال سے حکومت کر رہی ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔!" حمید نے تحیّر کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "بھلا وہ تین سو سال سے اب تک زندہ کیسے ہے؟"

"اس کے لیے انہوں نے ایک خوفناک طریقہ اختیّار کیا ہے۔" فریدی کُچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اس ملکہ کے لیے وہ کسی گوری نسل کے نوجوان مرد کو پکڑ لاتے ہیں ملکہ کے ساتھ اس کی شادی کر دی جاتی ہے، اگر اس کے مرنے سے پہلے ملکہ مر گئی تو وہ اسے بھی قتل کر کے ملکہ کے ساتھ ہی دفن کر دیتے ہیں۔ ملکہ کی ایک لڑکی جو سب سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے اس کی جگہ ملکہ بنا دی جاتی ہے۔ اور اس کی بقیہ اولادیں دیوتا پر قربان کر دی جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ اس ملکہ کی سفید

نسل کو بر قرار رکھتے ہیں۔"

"واقعی بہت وحشیانہ طریقہ ہے۔" حمید نے کہا۔ "آج کی مہذّب دنیا اس وحشی قوم کا وجود کس طرح برداشت کر رہی ہے؟"

"مجبوری ہے۔" فریدی بولا۔ "وہاں تک پہنچنا بہت دشوار ہے۔ انگریزوں نے سفید نسل کے ان مظلوموں کو بچانے کے لیے کافی جدوجہد کی ہے۔ لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔"

"لیکن یہ راز دنیا کو کس طرح معلوم ہوا۔"

"اسی سیاح کے ذریعے جس نے اس قوم کے حالات لکھے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"اُسے وحشیوں نے پکڑ لیا تھا اور اس کی شادی ملکہ وقت کے ساتھ کر دی تھی لیکن جب اسے اپنے انجام کے متعلّق معلوم ہوا تو وہ کسی طرح وہاں سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔"

حمید کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

”لیکن آخر رام گڑھ جانے کی کیا ضرورت ہے۔“ حمید نے پوچھا۔ ”اس مورتی کو دیکھنے کے لیے جس کے لیے عرصہ دراز سے لوگ جدوجہد کرتے چلے آرہے ہیں۔“

”تو کیا آپ کو اس کی اُمّید ہے کہ آپ اسے دیکھ سکیں گے۔“

”کیوں نہیں؟“

”جس چیز کے لیے وہ لوگ اپنی جانوں پر کھیلتے چلے آئے ہیں کیا اسے انہوں نے پولیس کے قبضے میں رہنے دیا ہو گا۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ پولیس اس کے متعلّق خاص علم نہ رکھتی ہو۔ اس نے اسے احتیاط سے بھی نہ رکھا ہو گا۔“

”میں جانتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ یقیناً پولیس کے قبضے سے نکل گئی ہو گی۔“

”پھر۔۔۔؟“ حمید نے فریدی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”لیکن میں اس مورتی کے متعلّق معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کیوں لوگوں کی دلچسپیوں کا مرکز بنی ہوئی ہے؟“

”ارے چھوڑیے بھی۔ ہو گا کُچھ خزانے وزانے کا چکر، میں نے اس قسم کے بہتیرے ناول پڑھے ہیں وہ مورتی یقیناً کسی زمیں دوز خزانے کا حال بتاتی ہو گی۔“

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن یہ تو سوچو۔۔۔ اس میں لطف کتنا آئے گا۔“

”لطف کیا آئے گا۔“ حمید نے کہا۔ ”اگر آپ نے ان لوگوں کا سُراغ لگا بھی لیا جو اس کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں تو اس سے فائدہ! ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس جدوجہد کا مقصد کسی طرح بھی ظاہر نہ ہونے دیں گے۔“

”خیر چھوڑو۔۔۔ اِن باتوں کو۔“ فریدی نے کہا۔ ”تین ماہ کی چھٹی میں نے محض تفریح کی خاطر لی ہے اور رام گڑھ ایک بہترین تفریح گاہ بھی ہے۔“

”لیکن میں تو اسے تفریح گاہ ہرگز نہیں سمجھتا۔“

”بھئی تم مت چلنا میرے ساتھ۔“ فریدی نے اُکتا کر کہا۔ ”خواہ مخواہ بکواس کرنے سے کیا فائدہ۔“

”تو کیا میں یہاں اکیلے رہ کر مکھیاں ماروں گا۔“

”نہیں باقاعدہ ان کی پرورش کرنا۔“ فریدی نے کہا۔

”عجیب مصیبت میں جان ہے۔“حمید جھنجھلا کر بولا۔

”پھر وہی فضول باتیں! ارے میاں اب کون سی مصیبت ہے۔“

”کیا یہ کم مصیبت ہے کہ میں اتنے دِنوں تک آپ سے دور رہوں گا۔“حمید نے کہا۔

”تو پھر چلو۔۔۔!“

”یہ مشکل ہے۔“

”تو جہنّم میں جاؤ۔“

”لیکن وہاں بھی اکیلے دل نہ لگے گا۔“حمید نے ہنس کر کہا۔

”اچھا فی الحال لائبریری سے نکل جاؤ۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

”لیکن جاؤں کہاں؟“

”ارے تو میری کھوپڑی کیوں چاٹ رہے ہو بھائی۔“ فریدی نے عاجز آکر اٹھتے ہوئے کہا۔ ”لو میں ہی چلا جاتا ہوں۔“

”تو میں بھی چلتا ہوں آپ ہی کے ساتھ۔“

”بھئی مُجھے پریشان مت کیا کرو۔“ فریدی بے دلی سے بولا۔ ”تو آپ کب چل رہے ہیں رام گڑھ۔“

”تم سے مطلب۔۔۔!“

”بغیر مطلب نہیں پوچھ رہا ہوں۔“

”میں تمہیں نہیں لے جاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو میں آپ کے کاندھے پر تو چڑھ کر جاؤں گا نہیں۔“

”نہیں بھئی۔۔۔ تم اس بار میرا ساتھ نہ دے سکو گے۔“ فریدی نے تنگ آکر

کہا۔

"کیوں۔۔۔؟"

"ہو سکتا ہے کہ یہ میرا آخری کارنامہ ہو۔"

"معلوم نہیں آپ ایسا کیوں سوچ رہے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"مُجھے کُچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔"

"تب تو میں آپ کا ساتھ کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔"

"اماں تم تو جان کو آجاتے ہو۔"

"کُچھ بھی ہو مُجھے تو اب چلنا ہی پڑے گا۔"

"اچھا اچھا بابا۔۔۔ اب جاؤ بھی۔ مُجھے کُچھ ضروری چیزیں دیکھنی ہیں۔" فریدی نے کہا اور پھر کتابوں کا ڈھیر الٹنے پلٹنے لگا۔

مُڈبھیڑ

آخر وہ ہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ رام گڑھ پہنچنے پر فریدی کو معلوم ہوا کہ وہ مورتی پولیس کے قبضے سے بھی نکل گئی ہے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر ماتھر کو فریدی کے استفسار پر حیرت ضرور ہوئی۔ لیکن پھر فریدی نے اسے مطمئن کر دیا کہ اس نے یونہی بلا مقصد اس مورتی کا تذکرہ کیا تھا۔ ماتھر نے اُسے بتایا کہ وہ مورتی اسی کے پاس تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اسے عجائب خانے کے منتظم کے حوالے کر دے گا لیکن وہ کہیں گم ہو گئی ہے اور ماتھر نے اسے کوئی زیادہ اہمیت بھی نہیں دی بلکہ اسے تو ان ماہرین آثار قدیمہ پر ہنسی آ رہی تھی جنہوں نے اس مورتی

کے متعلّق زمین و آسمان کے قلابے ملا کر رکھ دیئے تھے۔ ہو گی بھئی چندر گپت کے زمانے کی۔ لیکن اس سے آج کی دنیا کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

حمید کو ہنسنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ ہر وقت فریدی کو چھیڑ تا رہتا۔ اٹھتے بیٹھتے پیتل کی مورتی کا تذکرہ چھیڑ کر اُس کے سُراغ رسانی کے جنون کا مضحکہ اُڑاتا۔۔۔ آج بھی وہ صُبح سے اُسے بُری طرح تنگ کر رہا تھا۔ اِس وقت شام کو جب دونوں ٹہلنے کے لیے نکلے تو حمید نے اُسے پھر چھیڑنا شروع کر دیا۔ ”ارے وہ کیا۔۔۔!“ حمید نے کہا۔

”کہاں۔۔۔؟“ فریدی نے پوچھا۔

”وہ اُدھر۔۔۔!“

”کُچھ بھی تو نہیں۔“

”میں سمجھا شاید پیتل کی مورتی پڑی ہے۔“

”آخر تم میرا مضحکہ اُڑانے پر کیوں اُتر آئے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

"آپ نے کام ہی ایسا کیا ہے۔"

"بھئی تم عجیب آدمی ہو۔۔۔ آخر تم میرے ساتھ آئے ہی کیوں؟"

"اس لیے کہ اب آپ کو یہاں سے واپس لے جاؤں۔" حمید نے کہا۔

"قطعی غلط۔۔۔!" فریدی بولا۔ "میں چھٹیاں یہیں گزاروں گا۔"

"وہ مُجھے پہلے ہی سے معلوم تھا۔" حمید نے کہا۔ "واقعی بزرگوں کے اقوال کا قائل ہونا ہی پڑتا ہے۔"

"کیسے اقوال۔۔۔!"

"یہی کہ بیوی دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ شاید اسے کوئی معقول جملہ نہیں سوجھ سکا تھا۔

"پوپی۔۔۔ پوپی۔" فریدی نے اپنے ننھے مُنّے کُتّے کو پکارا جو سڑک پار کر کے

دوسری طرف بھاگنے لگا تھا۔

"بھلا بتایئے ان پوپیوں سوپیوں کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔" حمید نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

"اگر بیوی ہوتی تو اِن کے بجائے اُسے لے آتا۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "میں کہتا ہوں آپ اپنی زندگی فضول برباد کر رہے ہیں۔"

"بس آپ ہی کو خانہ آبادی مبارک رہے۔ خاکسار کو تلقین کی ضرورت نہیں۔" فریدی بولا۔

"اچھا تو کب تک یونہی سڑکیں ناپتے رہیں گے۔ چلیے سامنے والے پارک میں چل کر بیٹھیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ایک فرلانگ بھی نہیں چلے۔" فریدی نے کہا۔ "اوہ اچھا تو یہ بات ہے وہاں وہ نیلی پیلی ساریاں جو لہرا رہی ہیں۔ خیر جناب چلیے۔"

یہ دونوں پارک میں آئے۔ پوپی اپنی ننّھی منی گنجان بالوں والی دم لہراتا ہوا ان

کے آگے آگے چل رہا تھا۔ دفعتاً ایک السیشین کُتّا اس پر جھپٹا۔ قبل اِس کے کہ فریدی آگے بڑھ کر اسے چھڑاتا۔ السیشین کُتّے نے اسے دو تین پٹخنیاں دے دیں۔ ایک طرف سے ایک خوبصورت انگریز لڑکی چیختی ہوئی کُتّے کی طرف دوڑی اور پوپی کو اُس سے چھین کر گود میں اُٹھالیا۔ جس پر بنچ سے وہ لڑکی آئی تھی اس پر ایک انگریز مرد بھی بیٹھا تھا۔ فریدی جھلّاہٹ میں اس کی طرف بڑھا۔

"کیوں جناب یہ کُتّا آپ کا ہے؟" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"کیوں۔۔۔!" اس نے فریدی کو تیکھی نظروں سے گھور کر پوچھا۔

"وہ اس لیے کہ اس نے میرے کُتّے کو قریب قریب ختم ہی کر دیا ہے۔"

"تو میں کیا کروں۔" وہ لاپروائی سے بولا۔

"اس قسم کے وحشی کُتّے آزاد رکھے جاتے ہیں؟" فریدی نے تیز لہجے میں کہا۔ انگریز نے کوئی جواب دینے کے بجائے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

"مسٹر مُجھے افسوس ہے۔" لڑکی نے فریدی کے قریب آکر کہا۔ پھر اپنے ساتھی

انگریز سے مخاطب ہو کر بولی۔

"ٹام تم بعض اوقات ضرورت سے زیادہ احمق ہو جاتے ہو۔"

"تو اب میں کیا کروں۔۔۔ کُتّا ہی تو ہے۔" انگریز بولا۔

"اگر یہی بات ہے تو ٹھہرو میں بھی ایک منگاتا ہوں۔" فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔

"جاؤ جاؤ مت دماغ چاٹو۔" انگریز گرج کر بولا۔

"اچھا تو اگر تم اپنے باپ کے بیٹے ہو تو اس وقت تک یہاں ٹھہرنا جب تک کہ میرا کُتّا بھی یہاں نہ آجائے۔"

لڑکی اپنے ساتھی کو پھر بُرا بھلا کہنے لگی۔ لیکن شاید اس پر جھگڑا کرنے کا جنون سا طاری ہو گیا تھا۔ اس نے فریدی کا چیلنج منظور کر لیا۔

"حمید۔۔۔!" فریدی حمید کی طرف مُڑ کر بولا۔ "یلوڈنگو۔۔۔!"

حمید زخمی پوپی کو گود میں اُٹھا کر پارک سے باہر نکل گیا۔ فریدی نے جو کُتّا منگوایا تھا وہ دنیا کی خطرناک ترین افریقی نسل سے تھا۔

بات کافی بڑھ گئی تھی۔ لڑکی کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بُری طرح گھبرائی ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف اس کے ساتھی کی آنکھوں سے نفرت اور حقارت جھلک رہی تھی۔ یہ ایک جوان العمر اور تندرست آدمی تھا۔ اس کے بھاری اور غیر متناسب جبڑے اس کی سفّاکانہ طبیعت کا اظہار کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد حمید ایک سرکش کُتّے کی زنجیر تھامے پارک میں داخل ہوا۔ السیشین انگریز کے پیروں کے پاس پڑا اونگھ رہا تھا۔ فریدی کے کُتّے یلوڈنگو کی آمد پر دفعتاً چونک کر بیٹھ گیا۔ فریدی نے اپنے کُتّے کے پٹے سے زنجیر الگ کر لی۔ یلوڈنگو کو دیکھ کر انگریز کے کُتّے نے غرّانا شروع کیا۔ ڈنگو پہلے تو اُسے خاموشی سے گھورتا رہا پھر یکایک اس پر جھپٹ پڑا۔ لڑکی چیخ کر بنچ پر کھڑی ہو گئی۔ انگریز بھی ایک طرف ہٹ گیا۔ چند ہی لمحوں کے بعد السیشین نے ایک خوفناک چیخ ماری اور زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ یلوڈنگو نے اُس کا گلا پھاڑ دیا تھا۔ زمین پر خون کی چادر سی

پھیل گئی تھی۔ انگریز نے اپنا پستول نکال لیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں فائر ہوا اور انگریز کا پستول اُچھل کر دور جا گرا۔ فریدی کے ریوالور کی نالی سے دھوئیں کی پتلی سی لکیر نکل کر فضا میں بل کھا رہی تھی۔۔۔ فائر کی آواز سن کر بہت سے لوگ اکٹھا ہو گئے تھے۔

فریدی نے اپنا ریوالور جیب میں ڈال لیا۔ انگریز جیسے ہی پستول اُٹھانے کے لیے جھکا، دو پولیس کانسٹیبل آکر اس کے سامنے کھڑے ہوئے۔ حمید نے یلو ڈنگو کے زنجیر ڈال دی اور فریدی کا اشارہ پاتے ہی وہ پارک سے کُتّے سمیت روانہ ہو گیا۔ کُچھ لوگ دور بیٹھے ہوئے کُتّوں کی لڑائی ضرور دیکھ رہے تھے لیکن انہوں نے صرف انگریز کو پستول نکالتے ہوئے دیکھا تھا۔ فریدی کی طرف وہ اس وقت متوجّہ ہوئے جب وہ اپنا ریوالور جیب میں رکھ چکا تھا۔ یہ سب کُچھ اتنی جلدی ہوا کہ کسی کو کُچھ سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ انگریز کے گرد بھیڑ اکٹھی ہو رہی تھی اور فریدی وہاں سے جا چکا تھا۔

انگریز چند پڑھے لکھے آدمیوں کی مدد سے پولیس کو سارا واقعہ بتانے کی کوشش کر

رہا تھا۔ اس کے باوجود بھی اُسے قریب کے تھانے میں جانا ہی پڑا۔ ادھر حمید بوکھلایا ہوا اپنی جائے قیام پر پہنچا۔ اسے رہ رہ کر فریدی کی اس حرکت پر غصّہ آرہا تھا۔ بھلا یہ کیا حماقت کی۔ بیٹھے بٹھائے ایک نئی مصیبت۔ اگر وہ انگریز فریدی کی گولی سے زخمی ہو گیا ہو تو۔ وہ انہیں خیالات میں دیر تک اُلجھا رہا۔ تقریباً دو گھنٹے گزر گئے لیکن فریدی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اس دوران میں اس نے کوتوالی کے دو چکر لگائے لیکن نہ معلوم ہو سکا کہ فریدی کہاں ہے۔ البتّہ پارک کے حادثے کے متعلّق کئی دلچسپ باتیں سُننے میں آئیں۔ یہ سب ایک پُراسرار آدمی کے متعلّق تھیں، جس کے کُتّے نے ایک انتہائی توانا اور تندرست السیشین کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اس کے نشانے کی تعریفوں کے پل باندھے جا رہے تھے کہ اس کی گولی انگریز کے پستول پر لگی اور وہ ہاتھ سے نکل گیا۔۔۔ خیر حمید کو یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا کہ انگریز زخمی نہیں ہوا، خود اسے تعجّب ہونے لگا کہ اتنی جلدی میں فریدی اتنا کامیاب نشانہ کیسے لے سکا۔ لیکن اسے یہ سوچ کر اُلجھن ہو رہی تھی کہ پولیس اس معاملے کی تحقیقات ضرور کرے گی اور اگر یہ

چیز ظاہر ہو گئی تو بڑی سبکی ہو گی۔ وہ فریدی کی نیک نامی پر ایک ہلکا سا دھبّہ بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چہ جائیکہ اس پر قانون شکنی کا الزام عائد ہو وہ سوچ رہا تھا کہ اُس انگریز اور اُس کی ساتھی لڑکی نے ہم لوگوں کو اچھی طرح پہچان لیا ہو گا۔ اب اگر کہیں اور مُڈبھیڑ ہو گئی تو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ فریدی کے آتے ہی وہ اُسے واپس چلنے کا مشورہ دے گا۔ لیکن اسے اس کی ایک فیصد بھی توقع نہیں تھی کہ فریدی اُس کے مشورے پر عمل کرے گا۔ وہ اس کی ضدّی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا۔ جب تک یہ کہ وہ کم بخت پیتل کی مورتی مل نہ جائے گی اور فریدی اس کے راز کو دریافت کرے گا اس کا یہاں سے ہلنا ناممکن ہے۔

دس بج گئے تھے لیکن فریدی نہ لوٹا۔ رات حد درجہ تاریک تھی۔ آسمان میں غبار ہونے کی وجہ سے ستارے بھی مدھم پڑ گئے تھے۔ رام گڑھ کی حسین پہاڑیاں تاریکی کی چادر اوڑھے خاموش کھڑی تھیں۔ پہاڑی جھینگروں کی تیز آوازوں نے ماحول میں ایک عجیب قسم کی ویران یکسانیت پیدا کر رکھی تھی۔ کبھی کبھی بھٹکے

ہوئے تیتر کی صدا سنّاٹے میں لہرا کر رہ جاتی۔ حمید بر آمدے میں بیٹھا فریدی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ابھی تک کھانا بھی نہ کھایا تھا۔ حمید کی تشویش بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں فریدی کسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو۔

دفعتاً اسے کُچھ دور اندھیرے میں قدموں کی آہٹ سُنائی دی۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے میں فریدی اس کے سامنے کھڑا مُسکرا رہا تھا۔

"اور اب آپ اس طرح مُسکرا رہے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔" حمید نے جھلّا کر کہا۔

"بگڑو مت پیارے۔" فریدی چہک کر بولا۔ "مہینوں کی منزل گھنٹوں میں طے کر کے آرہا ہوں۔"

"خواہ مخواہ اتنی دیر پریشان کر ڈالا۔" حمید نے بیزاری سے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ اب شوہر پرست بیوی کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دوگے۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"بس بس رہنے دیجیے۔" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ "ابھی بتاؤں گا تو حواس گُم ہو جائیں گے۔"

"کیوں؟ کیا ہوا۔" فریدی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"وہ انگریز بُری طرح زخمی ہو گیا ہے۔"

"بہت اچھے۔" فریدی قہقہہ لگا کر بولا۔ "شاید تم افیونیوں کی محفل سے اُٹھ کر آئے ہو۔"

"خیر مجُھے کیا ابھی سب کُچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"جی مجُھے سب کُچھ معلوم ہے۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "میں اتنا اناڑی نشانہ باز نہیں ہوں۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔" حمید نے کہا۔ "لیکن آپ کو یہ کیا سوجھی تھی۔"

"بھئی کیا بتاؤں، غصّہ ہی تو ہے آ گیا۔" فریدی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"پولیس نے اس کی رپورٹ درج کرلی ہے۔"

"کرلی ہو گی۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"دیکھیے جناب۔" حمید نے کہا۔ "ہر جگہ یہ لاٹ صاحبی کام نہیں آسکتی۔ اگر ہم لوگ اس معاملے میں پھنس گئے تو بڑی بے عزتی ہو گی۔"

"اچھا جی۔۔۔!" فریدی ہنس کر بولا۔ "آج کل بڑے عاقبت اندیش ہو رہے ہو؟"

"خیر ماریئے گولی مُجھے کیا۔" حمید اُٹھتے ہوئے مُنہ پھلا کر بولا۔ "بھوک کے مارے بُرا حال ہو گیا۔"

"واقعی تم میں ایک سعادت مند بیوی بننے کی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔"

حمید کوئی جواب دیئے بغیر سیدھا ڈرائنگ روم کی طرف چلا گیا۔ کھانے کی میز پر تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر فریدی نے گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔ "مُجھے ہرگز توقّع نہیں تھی کہ اتنی جلدی اور اتنے ڈرامائی انداز میں کامیابی ہو گی۔ اسے محض

اتّفاق سمجھنا چاہیے کہ میں انہیں لوگوں سے اُلجھ پڑا جن کی تلاش تھی۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" حمید چونک کر بولا۔

"پیتل کی مورتی۔" فریدی جھک کر حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"لاحول ولا قوۃ۔۔۔!" حمید نوالا پلیٹ میں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

"بھلا کھانے پر غصّہ اُتارنے سے کیا فائدہ۔" فریدی نے کہا۔ "بیٹھو بیٹھو۔"

حمید بیٹھ گیا۔ لیکن اُس کے چہرے پر بیزاری کے آثار نظر آرہے تھے۔

"بھئی تم سُن کر اُچھل پڑو گے۔" فریدی نے کہا۔

"جی نہیں! کوئی ایسی بات نہیں سُننا چاہتا جس سے مُجھے خواہ مخواہ اُچھلنا کودنا پڑے۔"

"وہ لڑکی تھی نا۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "خیر چھوڑو ہٹاؤ۔۔۔!"

”اوہ۔۔۔اسے تو میں بھول ہی گیا تھا۔“حمید نے جلدی سے پوچھا۔

”کافی خوبصورت ہے۔“فریدی نے کہا۔

”واقعی ایسی لڑکیاں کم دیکھنے میں آتی ہیں۔“حمید بولا۔”غضب کی ہے۔“

”میں وہ انتظام کر رہا ہوں کہ تمہیں کُچھ دِن اُس کے ساتھ رہنا پڑے گا۔“ فریدی سنجیدگی سے بولا۔ حمید کی رال باقاعدہ طور پر ٹپکنے لگی۔

”کیا تم اُس کے ساتھ رہنا پسند کرو گے۔“فریدی نے پوچھا۔

”شاید آپ کوئی بہت ہی خطرناک قسم کا مذاق کرنے والے ہیں۔“حمید بولا۔

”نہیں میں بالکل سنجیدہ ہوں۔“

حمید خاموش ہو گیا۔

”جانتے ہو وہ کون ہے؟“فریدی نے پوچھا۔

”بھلا میں کیا جانوں۔“

"جارج فنلے کی لڑکی جولیا۔"

"جارج فنلے۔" حمید چونک کر بولا۔ "یہ نام کہیں سُنا تو ہے۔"

"میری ہی زبانی سُنا ہے۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔

"وہ کون ہے؟"

"لندن کا ایک ماہر آثارِ قدیمہ۔"

حمید کُچھ سوچنے لگا۔ پھر یکایک اس کے چہرے پر نفرت کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے فریدی کو گھور کر دیکھا جو قاب سے شوربہ نکال کر اپنی پلیٹ میں ڈال رہا تھا۔

"پھر وہی پیتل کی مورتی۔۔۔ خُدا اُسے غارت کرے۔" حمید جھلا کر بولا۔

"تو تمہیں جولیا پسند نہیں آئی۔" فریدی نے مُسکرا کر کہا۔

"جہنّم میں گئی جولیا۔" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔

”پھر تو میں ہی اُس سے عشق کروں گا۔“

”آپ کی مرضی۔“

تھوڑی دیر کے لیے پھر خاموشی چھا گئی۔ فریدی کھانا کھا چُکا تھا۔ حمید خیالات میں ڈوبا ہوا آہستہ آہستہ مُنہ چلا رہا تھا۔ فریدی اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔

”لیکن جارج فنلے یہاں کہاں؟“

”یہی چیز قابلِ غور ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”بہت ممکن ہے کہ اس نے بھی اخبارات میں مورتی کے متعلّق پڑھا ہو۔“ حمید نے کہا۔

”نہیں۔۔۔ وہ اس واقعے کے پہلے سے یہاں موجود ہے۔“

”اوہ۔۔۔!“ حمید نے کہا۔ ”لیکن یک بیک آپ کو اِس کی اطلاع کیسے ہوئی۔“

”محض اتّفاق۔۔۔!“ فریدی نے کہا۔ ”آج کے واقعے کی رپورٹ انہوں نے

تھانے میں درج کرادی ہے اسی رپورٹ کے ذریعے مُجھے معلوم ہوا جارج فنلے اس کی لڑکی جولیا اور وہ سر پھرا انگریز کیپٹن آرتھر یہاں تقریباً ایک ماہ سے مقیم ہیں۔"

"وجہ۔۔۔؟"

"سیاحت۔۔۔!"

"ہوں۔۔۔تو اب مُجھے کُچھ کُچھ عقل آرہی ہے۔" حمید کُچھ سوچتا ہوا بولا۔

"خیر بہت اچھا ہوا۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن عقل کے ساتھ ہی ساتھ تھوڑی ہمّت بھی درکار ہے۔"

"تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس وقت وہ پیتل کی مورتی انہیں لوگوں کے قبضے میں ہے۔"

"قطعی۔۔۔!"

”اور آپ کا ارادہ ہے کہ آپ اُسے ان کے پاس سے اڑادیں۔“حمید نے پوچھا۔

”نہیں۔۔۔ بھئی بھلا اِس سے کیا فائدہ۔“

”تو پھر آپ میرے لیے باہمّت ہونے کی دعائیں کیوں مانگ رہے ہیں۔“

”اس کی بھی ایک وجہ ہے۔“

”کیا۔۔۔!“

”ایک لمبی داستان۔“

”یعنی۔۔۔!“

”جارج فنلے کی پارٹی عنقریب مشرق کی طرف سفر کرنے والی ہے۔“

”بڑی خوشی ہوئی۔ میری دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔“حمید سنجیدگی سے بولا۔

”اور یہ بھی جانتے ہو۔“فریدی نے اُس کی بات سُنی اَن سُنی کر کے کہا۔”کچنار کا جنگل جہاں سمیلی قوم آباد ہے مشرق ہی کی طرف ہے۔“

"اوہ۔۔۔!" حمید غور سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"جارج فنلے کا ساتھی کیپٹن آرتھر ایک زمانے میں یہاں محکمہ جنگلات کا آفیسر تھا۔ غالباً وہ جارج فنلے کی رہنمائی کرے گا۔"

"مگر یہ جارج فنلے صاحب اس خطرناک مہم پر اپنی صاحبزادی کو کیوں لے جا رہے ہیں۔"

"محض اِسی لیے کہ میاں حمید اِسی بہانے اپنے دوست اور بھائی فریدی کا ساتھ دے سکیں۔"

"یعنی تو کیا آپ بھی اس پارٹی کے ساتھ سفر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" حمید جلدی سے بولا۔

"قطعی۔۔۔!"

"بھلا اس سے فائدہ۔"

"دونوں اپنی اپنی لیاقت کے مطابق تفریح کر سکیں گے۔ میں اس سفر سے لطف اٹھاؤں گا۔ اور تُم اِس لڑکی کی گہری نیلی آنکھوں میں گیتوں کے جزیرے تلاش کرنا۔"

"تو کیا واقعی آپ جان دینے پر تُلے ہوئے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"تمہیں یہ خیال کیسے پیدا ہوا۔۔۔؟"

"ظاہر ہے کہ آرتھر اور جولیا ہم لوگوں کو دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔"

"اوہ۔۔۔!" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "تُم اس کی فکر نہ کرو۔"

"میں نہایت سنجیدگی سے عرض کر رہا ہوں کہ میں اس سفر کے لیے تیّار نہیں۔" حمید نے کہا۔

"میں نہایت صدقِ دِل سے کہتا ہوں کہ تمہیں اُس کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔" فریدی نے کہا اور سگار سلگا کر ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔

"لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ اکیلے سفر کریں۔"

"پھر تم چاہتے کیا ہو۔"

"یہی کہ آپ اپنا ارادہ قطعی ترک کر دیجیے۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

"نپولین کا قول ہے کہ دُنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔" حمید نے مُسکرا کر کہا۔

فریدی کُچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ وہ دفعتاً چونک پڑا۔ حمید کو چپ رہنے کا اشارہ کر کے وہ آہستہ سے بولا۔ "یہ غرّاہٹ کیسی تھی؟"

"اونہہ ہو گا کوئی کُتّا۔ ممکن ہے اپنا ہی کُتّا ہو۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"نہیں یہ اپنے کُتّے کی آواز نہیں۔" فریدی نے کہا اور اُٹھ کر کھڑکی کے قریب چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد غرّاہٹ کی آواز پھر سُنائی دی۔ فریدی کی نگاہیں باہر اندھیرے میں بھٹک رہی تھیں۔ دفعتاً کُچھ دُور ٹارچ کی روشنی میں اسے ایک بڑا

سا کُتّا دکھائی دیا۔ ٹارچ کسی آدمی کے ہاتھ میں تھی جس کی روشنی میں صرف اس کے پیر دکھائی دے رہے تھے۔ کُتّا زمین پر سونگھ کر غرّا رہا تھا۔ فریدی نے کمرے کی روشنی گُل کر دی۔

"یہ کیا کِیا آپ نے۔" حمید جلدی سے بولا۔

"خاموش۔۔۔!" فریدی نے آہستہ سے کہا اور تیزی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر میں پوری عمارت تاریک ہو گئی۔ حمید اب تک کھڑکی کے قریب کھڑا حیرت سے اُس کُتّے کو دیکھ رہا تھا۔ کُتّا اُسی جگہ گویا جم کر رہ گیا۔ وہ بار بار زمین سونگھتا اور پھر سر اُٹھا کر غرّانے لگتا۔ اس کے پاس کھڑا ہوا آدمی اِدھر اُدھر ٹارچ کی روشنی ڈال رہا تھا۔ چاروں طرف سنّاٹا تھا۔ قرب و جوار کی عمارتیں بھی تاریک تھیں۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ فریدی نے مکان کی روشنی کیوں گل کر دی اور وہ کہاں چلا گیا۔

اس آدمی کی ٹارچ کی روشنی اِدھر اُدھر کی عمارتوں پر رینگتی ہوئی پھر کتے پر آکر جم گئی۔ دفعتاً کسی طرف سے ایک فائر ہوا اور کُتّا اچھل کر دور جا گرا۔ شاید یہ کُتّے کی آخری ہچکیاں تھیں۔ اندھیرے میں کوئی دور تک دوڑتا چلا گیا۔ پتھریلی زمین پر قدموں کی آواز آہستہ آہستہ دور ہوتی جا رہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد سکوت چھا گیا۔

فریدی کی عجیب حرکت

حمید کی اُلجھن لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جارہی تھی۔ اندھیرے میں اُس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ فائر کی آواز اور مرتے ہوئے کُتّے کے شور کی وجہ سے پاس کی کئی عمارتوں میں روشنی نظر آنے لگی تھی۔ کُچھ لوگ باہر بھی نکل آئے تھے۔ حمید نے بھی غیر ارادی طور پر کمرے میں روشنی کر دی اور باہر نکل آیا۔ چار پانچ آدمی جن کے ہاتھوں میں ٹارچیں تھیں کُتّے کی لاش کو دیکھ رہے تھے۔ یہ ایک کافی قوی اور خوفناک کُتّا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کُچھ ایسی مضحکہ خیز قسم کی قیاس آرائیاں شروع ہو گئیں کہ حمید کو اُلٹے پاؤں واپس آنا پڑا۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں وہ بے

تحاشہ ہنسنا نہ شروع کر دے۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے دیکھا فریدی ایک آرام کرسی پر دراز سگار کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ اس کی رائفل کرسی کے بازو سے ٹکی ہوئی تھی۔ حمید کو دیکھ کر مُسکرایا۔

"آخر آپ نے یہ سب کیا اودھم مچا رکھی ہے۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

"خیر یہ بعد میں بتاؤں گا۔۔۔ تم یہ بتاؤ کہ ڈنگو کو گھر تک کس طرح لائے تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"مطلب یہ کہ وہ اپنے پیروں سے چل کر یہاں تک پہنچا تھا یا کسی اور طرح۔"

"آخر آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"تم میرے سوال کا جواب دو۔" فریدی نے اکتا کر کہا۔

"کُچھ دور تک مُجھے اس کو گود میں لانا پڑا تھا۔"

"کیا اُس جگہ سے جہاں تم نے انہیں اس کُتّے کو دیکھا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"بہت ممکن ہے وہی جگہ ہو۔" حمید نے کہا۔ "وہاں پہنچ کر وہ کسی طرح آگے بڑھ ہی نہیں رہا تھا۔ مجبوراً مُجھے اسے گود میں اٹھانا پڑا۔"

"اوہ۔۔۔ تو یہی وجہ تھی۔" فریدی بے ساختہ بولا۔

"آخر آپ کُچھ بتاتے کیوں نہیں۔" حمید نے بے صبری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی تم جس کُتّے کی لاش دیکھ آئے ہو اسے میں نے ہی مارا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن کیوں۔۔۔!" حمید بے تابی سے بولا۔ "آخر آج کُتّوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔"

"اگر میں اُسے ٹھکانے نہ لگا دیتا تو اچھی خاصی مصیبت آجاتی اور میری بنائی ہوئی

اسکیم خاک میں مل جاتی۔" فریدی نے بجھا ہوا سگار ایش ٹرے میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"اب ختم بھی کیجیے یہ پہیلیاں۔۔۔!" حمید اکتا کر بولا۔

"یہ کُتّا بھی آرتھر ہی کا تھا۔ بہت خطرناک قسم کا بلڈ ہاؤنڈ۔ اس کی سب سے بُری خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے شکار کی بُو پا جانے پر اسے پاتال میں بھی نہیں چھوڑتا۔ آرتھر نے شاید اسے السیشین کی لاش سنگھا کر ریلو ڈنگو کے راستے پر لگا دیا تھا۔ لہٰذا جہاں تک ڈنگو اپنے پیروں سے چل کر آیا تھا اس نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا، لیکن یہاں آکر وہ مجبور ہو گیا۔ کیونکہ تم ڈنگو کو یہاں سے گود میں لائے تھے۔ یہ بھی ایک اتّفاق تھا جس کی وجہ سے اس وقت بچ گئے، ورنہ دوسری صورت میں وہ سیدھا یہیں آتا اور نت نئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔"

"تو یہ کہیے۔" حمید نے مُسکرا کر کہا۔ "میں تو سمجھا تھا شاید خدانخواستہ۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے۔" فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

”بھلا میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں۔“حمید ہنس کر بولا۔

”خیر۔۔۔ خیر۔۔۔ ختم کرو یہ باتیں۔۔۔ اپنا ضروری سامان ٹھیک کر لو۔۔۔ ہمیں اسی وقت یہ مکان چھوڑنا ہے۔“

”جی۔۔۔!“حمید چونک کر بولا۔ ”کیا مطلب۔۔۔؟“

”کسی ہوٹل میں چل کر رہیں گے۔“

”آخر کیوں؟“

”بھئی عجیب گھامڑ آدمی ہو۔“ فریدی بولا۔ ”اس علاقے میں اِس کُتّے پر گولی چلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ یہیں کہیں رہتے ہیں۔“

”تعجّب ہے کہ اس انگریز سے اس بُری طرح خائف ہو گئے۔“حمید نے کہا۔

”تم غلط سمجھے! بات یہ نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”آرتھر سے خائف ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ڈر اس بات کا ہے کہ اگر دوبارہ اس کا سامنا ہو گیا تو میں اپنی اسکیموں

کو عملی جامہ نہ پہنا سکوں گا۔"

"آخر وہ اسکیمیں معلوم تو ہوں۔" حمید نے اکتا کر کہا۔

"اطمینان سے بتاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔ "ابھی جو کُچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔"

حمید نے بادل نخواستہ اُٹھ کر ضروریات کی چیزیں اکٹھی کیں اور ایک سوٹ کیس میں رکھیں۔ فریدی بھی انتظام میں مشغول ہو گیا۔ اس نے نوکروں کو ضروری ہدایات دیں اور انہیں ایک کثیر رقم دے کر اس وقت تک رام گڑھ میں مقیم رہنے کے لیے کہا جب تک وہ واپس نہ آئے۔ ان نوکروں کو وہ اپنے ہمراہ لایا تھا اور یہ سب معتبر اور پرانے نوکر تھے۔

فریدی اور حمید نے ایک ایک سوٹ کیس اور ہولڈ ال اٹھا لیے اور گھر سے نکل کر باہر پھیلی ہوئی تاریکی میں گم ہو گئے۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ ایک متوسط درجے کے صاف سُتھرے ہوٹل میں

بحیثیت مسافر داخل ہو رہے تھے۔ انہیں رہائش کے کمرے مل گئے۔

"کہیے حضور والا آپ کو اطمینان میسر ہوا یا نہیں۔" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"ہاں آں۔۔۔!" فریدی چارپائی پر لیٹ کر حمید کی طرف کروٹ لیتا ہوا بولا۔ "کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"ان سب بوکھلاہٹوں کا مطلب۔۔۔!"

"تم اسے بوکھلاہٹ کہہ رہے ہو پیارے۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔

"جی نہیں۔۔۔ بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہے ہیں آپ۔" حمید طنزیہ انداز میں بولا۔ "خیر۔۔۔ کارنامہ میں انجام دے رہا ہوں۔ اس میں تم میرے برابر کے شریک رہو گے۔"

"میں تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوں۔" حمید بے زاری سے بولا۔

"اس بار تمہیں پاؤں دھونے کا بھی موقع مل جائے گا۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔

"میں نے وہ اسکیم بنائی ہے کہ تم سُن کر اچھل پڑو گے۔" فریدی نے کہا۔

"ارشاد۔۔۔!"

"جارج فنلے سفر کے نئے ساتھی مہیّا کر رہا ہے۔ آج بھی اس نے دس پہاڑیوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ تقریباً پچاس آدمی اس کے ساتھ جائیں گے۔ وہ جدھر جانے کا ارادہ رکھتا ہے ادھر کوئی باقاعدہ راستہ نہیں ہے۔۔۔ اس لیے سفر پیدل یا خچروں پر کیا جائے گا۔"

"تو پھر آپ کا کیا ارادہ ہے۔"

"ہم دونوں بھی پہاڑی مزدوروں کی حیثیت سے اس پارٹی میں شامل ہو جائیں گے۔" فریدی نے کہا۔

"بہت خوب اور ڈیڑھ سو میل پیدل چل کر آخیر میں اللہ کو پیارے ہو جائیں گے۔" حمید نے کہا۔

"تم ہمیشہ ہر چیز کا تاریک پہلو ہی دیکھتے ہو۔" فریدی نے کہا۔ "یہ عادات اچھی نہیں۔۔۔ تمہیں تو عورت ہونا چاہیے تھا۔"

"یہی تو میری بدنصیبی ہے۔" حمید بولا۔ "خیر آپ اپنا بیان جاری رکھیے۔"

"کل ہم دونوں پہاڑی مزدوروں کے بھیس میں جارج فنلے سے ملیں گے۔"

"لیکن اس سے فائدہ۔۔۔ ہمارا پول جلد ہی کھُل جائے گا۔ اس لیے کہ ہم پہاڑی زبان نہیں جانتے۔" حمید نے کہا۔

"تم صرف اپنے متعلّق کہہ سکتے ہو۔" فریدی بولا۔ "میں ادھر کی زبان بخوبی بول سکتا ہوں۔"

"لیکن میں کیا کروں گا۔" حمید اکتا کر بولا۔

"تم گونگے بن جانا۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

”تمہارے متعلّق پہاڑیوں میں یہ مشہور کر دوں گا کہ تم گونگے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”بس بس معاف رکھیے خاکسار کو۔“ حمید نے کہا۔ ”میں زندگی بھر ایسا نہیں کر سکتا۔“

”تو پھر کل تم گھر واپس چلے جاؤ۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

”خیر دیکھا جائے گا۔“ حمید نے کہا۔ ”آپ اپنا پروگرام بتایئے۔“

”بس صرف اتنی سی بات کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ چلنا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”محض اس مورتی کا راز جاننے کے لیے۔“

”ہاں۔۔۔؟“

”لیکن یہ کوئی عقل مندی کی حرکت نہ ہو گی۔“ حمید نے کہا۔ ”یہ تو وہی مثل

ہوئی کہ شکاری شکار کھیلیں اور بے وقوف ساتھ پھریں۔"

"فی الحال اسے بے وقوفی ہی سمجھ لیں۔" فریدی نے کہا۔ "میں مکمل ارادہ کر چکا ہوں۔"

"اور اگر راستے میں آرتھریا جولیا نے ہمیں پہچان لیا تو شامت ہی آجائے گی۔"

"تم مطمئن رہو۔۔۔اس کی نوبت نہ آنے پائے گی۔" فریدی نے کہا۔

"میں تو پانچ سال سے مطمئن بیٹھا ہوں۔"

"اماں تم عجیب آدمی ہو۔" فریدی جھلّا کر بولا۔ "میں تمہیں مجبور کب کرتا ہوں کہ تم میرے ساتھ چلو۔"

"تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ میں ساتھ نہ چلوں گا۔ لیکن چلنے کا جو طریقہ آپ اختیّار کرنے والے ہیں وہ انتہائی تکلیف دہ ہوگا ہر قسم کی دقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔نہ تو ہمارے پاس قاعدے کے کپڑے ہوں گے اور نہ جوتے۔"

"یار تم واقعی بڑے عیاش ہو۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "ذرا اس زندگی میں بھی تو آکر دیکھو کہ یہ کتنی پر لطف ہے۔"

"خیر صاحب۔۔۔ چھوڑیئے۔" حمید نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ "اب نیند آرہی ہے۔"

"شب بخیر۔"

روانگی

فریدی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ حمید اور وہ جارج فنلے کے بار برداروں کی ٹولی میں شامل کر لیے گئے۔ فریدی نے دو خچّر خرید لیے تھے اگر وہ ایسا نہ کرتا تو شاید حمید کی ہمّت نہ پڑتی۔ ڈیڑھ سو میل کا پیدل سفر آسان کام نہیں اور پھر ایسے لوگوں کے لیے جن کی زندگی محنت اور مشقت سے دور گزری ہو۔

تیسرے دِن یہ کارواں جو پچپن آدمیوں پر مشتمل تھا مشرق کی طرف روانہ ہو گیا۔ ان کے ساتھ بیس خچر بھی تھے جن پر چھوٹے چھوٹے خیمے اور دوسرا سامان لدا ہوا تھا۔ فریدی اور حمید کے خچروں پر بہت تھوڑا سامان تھا اس لیے وہ کبھی

کبھی بیٹھ بھی لیتے تھے۔ حمید کو فریدی پر حیرت ہو رہی تھی کہ اس نے کتنی آسانی سے پہاڑی مزدوروں کی زندگی بسر کرنی شروع کر دی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی پرورش اسی ماحول میں ہوئی ہو۔ وہی چال ڈھال۔۔۔ وہی وحشیانہ اندازِ گفتگو۔ ویسی ہی جفاکشی۔ وہ ہمیشہ نہایت عمدہ اور آرام دہ جوتے استعمال کرتا تھا اس وقت اتنی آسانی کے ساتھ پتھریلی زمین پر ننگے پیر چل رہا تھا جیسے اس نے کبھی جوتے پہنے ہی نہ ہوں۔

حمید کا دم گھٹ رہا تھا کیونکہ اس کی قینچی کی طرح چلنے والی زبان روک دی گئی تھی۔ فریدی کی اسکیم کے مطابق وہ ایک گونگے کی حیثیت سے پارٹی میں شامل ہوا تھا۔ فریدی جب اس سے اشاروں میں بات کرتا تو اسے بے ساختہ ہنسی آجاتی اور فریدی اسے بُری طرح گھورنے لگتا۔

فریدی نے کُچھ اتنا گھناؤنا بھیس بدلا تھا کہ بعض اوقات تو حمید کا جی مالش ہونے لگتا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کے پہاڑی مزدور کے بھیس میں تھا۔ اس کے منہ سے ہر وقت رال بہہ بہہ کر ٹھوڑی سے ٹپکتی رہتی تھی۔ جسے وہ نہایت لاپروائی سے پچھی

ہوئی قمیض کی آستینوں سے پونچھ لیتا تھا۔

اس وقت وہ ایک خچر کی باگ ڈور تھامے ایک موٹے سے بانس کا ڈنڈا ٹیکتا لنگڑاتا ہوا ناہموار راستے طے کر رہا تھا۔ قافلے کی رفتار آہستہ آہستہ سست ہوتی جا رہی تھی۔ قافلے کا راہبر کیپٹن آرتھر ڈیرا ڈالنے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش میں تھا۔ غالباً وہ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی خیمے نصب کرا دینا چاہتا تھا۔

شام کی سرد ہوتی ہوئی سرخی مائل دھوپ پہاڑیوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ ہر طرف ایک پر اسرار سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ ایسا سنّاٹا جو پتھریلی زمین پر خچروں کی ٹاپوں کی آواز کے باوجود بھی برقرار تھا۔ کبھی کسی پہاڑی عقاب کی تیز آواز دور تک لہراتی چلی جاتی۔

آرتھر جولیا اور جارج فنلے اپنے اپنے خچروں سے اتر پڑے۔ کارواں رُک گیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد ویران چٹانوں کے درمیان کافی چہل پہل نظر آنے لگی۔ خیمے نصب کر دیئے گئے۔ جابجا آگ جلا دی گئی۔ دھندلکا تاریکی میں تبدیل ہو چکا تھا۔

مغربی اُفق میں شوخ رنگوں کے لہریئے سیاہی کے غبار میں دب کر آہستہ آہستہ دُھندلے ہوتے جا رہے تھے۔ آرتھر مزدوروں کو رات کے کھانے کے لیے چاول اور خشک مچھلیاں بانٹتا پھر رہا تھا۔ کسی جگہ رُک کر مزدوروں کو کُچھ ہدایات بھی دینے لگتا تھا۔ وہ پہاڑی زبان بخوبی بول سکتا تھا۔ اس نے شاید ادھر کی زبانیں اُسی وقت سیکھی تھیں جب وہ پہاڑی جنگلات کا افسر تھا۔ اس کے برخلاف جارج فنلے اور جولیا مشرقی زبانوں سے بالکل ناواقف تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے آرتھر کو اپنا راہبر بنایا تھا۔

آرتھر جب فریدی کو اتنے ہی چاول دینے لگا جتنے کہ اس نے دوسروں کو دیئے تھے تو فریدی اُس سے اُلجھ پڑا۔

''بھلا صاحب اتنے میں میرا کیا ہو گا۔'' فریدی نے کہا۔

''کیا یہ کم ہے۔'' آرتھر تیز لہجے میں بولا۔

''بہت کم۔۔۔!''

"بڑی بڑی چٹانیں لڑھکا سکتا ہوں۔ جنگلی جانوروں سے لڑ سکتا ہوں۔ ہاتھیوں کے سونڈ اُکھاڑ سکتا ہوں۔ میں شیر کا بیٹا ہوں۔" فریدی نے اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور پھر دوسرے مزدوروں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ان جوانوں میں سے مُجھے کوئی نہیں اُٹھا سکتا۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے ایک ہاتھ پر اُٹھا کر کم از کم ایک میل تک لے جا سکتا ہوں۔

"اوہو بڑے بہادر ہو تم۔۔۔"

"جی صاحب۔"

فریدی کے قریب ہی ایک قوی ہیکل نوجوان پہاڑی مزدور کھڑا اس کی ڈینگیں سُن رہا تھا۔ اسے بے اختیّار ہنسی آ گئی۔

"تو کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں میرے بیٹے۔" فریدی اس کی طرف مڑ کر آستین سے اپنی رال پونچھتا ہوا بولا۔

"نہیں تم بالکل سچ کہہ رہے ہو۔" وہ ہنس کر بولا۔ "صاف کیوں نہیں کہہ دیتے

کہ ہم لوگوں سے زیادہ پیٹو ہو۔"

"دیکھو میرے بچّے تُم ابھی مُجھے نہیں جانتے۔" فریدی نے کہا۔ "تمہیں شاید اپنے تن و توش پر گھمنڈ ہے۔ ذرا میرا پنجہ ہی موڑ دو۔" فریدی نے اپنا پنجہ اُس کی طرف بڑھا دیا۔ آرتھر دونوں کو دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

نوجوان نے فریدی کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسائیں اور زور کرنے لگا۔ لیکن موڑنا تو درکنار فریدی کے ہاتھ میں جنبش تک نہ ہوئی۔

"بس کر میرے بچّے۔" فریدی نے تھوڑے دیر کے بعد کہا۔ "مُجھے تیری طاقت کا اعتراف ہے، لیکن یہ پنجہ لوہے کا ہے۔"

نوجوان مزدور نے اپنا ہاتھ چھوڑ دیا اور کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔

"واقعی تُم کافی طاقتور ہو۔" آرتھر نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔ "اچھا یہ لو اپنے چاول اور۔۔۔اب تو خوش ہو۔"

"خدا صاحب کا بھلا کرے۔"

”گونگا تمہارا لڑکا ہے۔“ آرتھر نے پوچھا۔

”میرا بھائی ہے صاحب۔“

”اس کا چاول اُسے دیا جائے گا۔“

”ہاں صاحب۔“

آرتھر آگے بڑھ گیا۔ حمید لکڑیاں سُلگا رہا تھا۔ آگ پھونکتے اس کے آنسو بہہ چلے تھے۔ آگ تھی کہ جلنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ فریدی مُسکراتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔

”کیوں میاں حمید، خیریت تو ہے۔“ فریدی اس کے پاس بیٹھ کر آہستہ سے بولا۔

”دیکھیے آپ خواہ مخواہ مُجھے تاؤ نہ دلائیے۔“ حمید نے جواب دیا۔

”یار تم بہت کمزور دل کے آدمی ہو۔“

”کیوں۔۔۔؟“

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔“حمید نے بے بسی سے کہا۔”کہاں ہماری زندگی اور کہاں یہ پتھریلی چٹانیں۔میں کہتا ہوں کہ اگر مجھے چائے نصیب نہ ہوئی تو میرا مر جانا یقینی ہے۔درد سے سر پھٹا جارہا ہے۔“

”گھبراتے کیوں ہو پیارے۔بہت جلد تمہاری چائے کا بھی انتظام ہو جائے گا۔“ فریدی نے کہا۔”بہت جلد یہ لوگ مجھ میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

”بس بیٹھے ہوائی قلعے بنایا کیجیے۔“حمید جل کر بولا۔

”سُن رہے ہو۔۔۔بخدا جولیا کی آواز میں بڑی مٹھاس ہے۔“فریدی نے مُسکرا کر کہا۔

”ہو گی سالی۔“حمید جھنجھلا کر بولا۔

”تمہاری جمالیاتی حس کہاں مر گئی حمید؟“

”دیکھیے میں اس وقت باتیں کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔“

"خیر خدا کا شکر ہے کہ میں نے زندگی میں ایک بار تمہارے منہ سے یہ جملہ سن لیا۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "خُدا تمہاری قینچی کی طرح چلنے والی زبان کی مغفرت کرے۔ آمین۔"

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے فریدی کے اور اپنے چاول ایک بڑے سے تسلے میں ڈال کر آگ پر چڑھا دیئے تھے۔

"یار اس طرح ہمّت نہ ہارو۔ دیکھو بہت جلد ہم لوگ اس پارٹی میں کوئی نمایاں جگہ حاصل کرلیں گے۔"

"اتنی نمایاں کہ شاید انہیں ہم کو اپنے کاندھوں پر اٹھانا پڑے۔"

"پھر وہی عورتوں کی سی باتیں۔"

ابھی ان دونوں میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک قوی ہیکل مزدور ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

"سنا ہے۔۔۔ بڑے طاقتور ہو۔۔۔!" وہ فریدی کی طرف دیکھ کر طنزیہ انداز میں

بولا۔

”جا بھائی جا اپنا کام کر۔۔۔ مُجھے چاول اُبالنے ہیں۔“ فریدی لاپروائی سے بولا۔

”مُجھ سے کشتی لڑو گے۔“ پہاڑی مزدور اکڑ کر بولا۔

”نہیں بھائی میں بہت کمزور ہوں، جا میرا دماغ نہ چاٹ۔“ فریدی نے کہا اور جلتی ہوئی لکڑیوں کو ہلانے جلانے لگا۔

”لے یار تو تو بڑا ابو دا نکلا۔“ پہاڑی ہنس کر بولا۔

”آخر تو چاہتا کیا ہے۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”کشتی۔۔۔!“

”اچھا چل پہلے صاحب سے پوچھ لیں، لیکن پھر تجھے لڑنا ہی پڑے گا۔“ فریدی نے کہا۔ دونوں آرتھر کے خیمے کے سامنے آئے، خیمے میں جو لیا، آرتھر اور جارج فنلے بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے۔

"کیا ہے؟" آرتھر فریدی کو خیمے کے سامنے کھڑا دیکھ کر بولا۔

"صاحب میں اجازت لینے آیا ہوں۔"

"کس بات کی۔"

"یہ مُجھ سے کشتی لڑنا چاہتا ہے۔" فریدی نے مزدور کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

آرتھر ہنسنے لگا پھر اس نے جارج فنلے کو فریدی کی شیخیوں کے متعلّق بتانا شروع کیا۔

"لیکن بہت گندا آدمی ہے۔" جولیا ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ "دیکھو رال کس بُری طرح بہہ رہی ہے۔ لیکن میں ان کی لڑائی دیکھنا چاہتی ہوں۔"

آرتھر نے انہیں اجازت دے دی۔ جولیا اور جارج فنلے بھی خیمے سے باہر نکل آئے۔ فریدی اور مزدور ایک دوسرے پر پِل پڑے۔ تھوڑی دیر بعد مزدور ہانپنے لگا۔

"دیکھ بیٹا۔" فریدی نے کہا۔ "تو ابھی تک مُجھے نہیں اُکھاڑ پایا ہے۔۔۔ اب سنبھل میں تُجھے اکھاڑ تا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ فریدی نے زور کر کے اُٹھایا اور اپنے سر سے بلند کر کے بولا۔ "بول کدھر پھینکوں۔" لیکن پھر آہستہ سے سامنے زمیں پر کھڑا کر دیا۔

"جا بھاگ جا۔۔۔ جا کر اپنے چاول ابال بڑے بوڑھوں کے منہ نہیں لگا کرتے۔ شاباش۔۔۔!" فریدی نے کہا۔

دور کھڑے ہوئے مزدوروں نے ہنسنا شروع کر دیا اور شکست خوردہ مزدور خود ہی کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا بولا۔ "مان گیا بابا واقعی تو اُستاد ہے۔" اور پھر وہ ماتھے سے پسینہ پونچھتا ہوا اپنی ٹولی میں جا ملا۔

"واقعی بہت طاقت ور ہے۔" جارج فنلے نے آرتھر سے کہا۔

"مگر بہت گندا۔ مُجھے تو بہت گھن آتی ہے۔" جولیا بولی اور فریدی دِل ہی دِل میں مُسکرانے لگا۔

"صاحب بولتے ہیں تُم بہت طاقت ور ہو۔" آرتھر نے فریدی سے کہا۔ "لیکن میم صاحب تُم کو گندا کہتی ہیں۔ تمہارے منہ سے رال بہتی ہے۔"

"صاحب میرے منہ میں چھالے ہیں، جب وہ اچھے ہو جائیں گے تو رال خود بخود بند ہو جائے گی۔"

"اوہ۔۔۔ اچھا ہم تمہیں چھالوں کی دوا دیں گے۔" آرتھر نے کہا۔

"لیکن صاحب اب میری طاقت بہت گھٹ جائے گی اور شاید میرا بھائی تو مر ہی جائے۔"

"کیوں۔۔۔؟" آرتھر نے پوچھا۔

"ہم دونوں چائے کے عادی ہیں۔ بھلا ہمیں چائے یہاں کہاں سے ملے گی۔" فریدی نے کہا۔

"ہم تمہیں چائے دیں گے، جاؤ اپنا برتن لاؤ۔" آرتھر نے کہا۔

”صاحب کا بہت بہت شکریہ۔“ فریدی نے کہا۔ ”آپ بھی نکولس صاحب کی طرح نیک اور رحم دل آدمی ہیں۔“

”کون نکولس صاحب۔“ آرتھر نے پوچھا۔

”ارے آپ نے نکولس صاحب کا نام نہیں سنا۔“ فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”میجر یو ایم نکولس افریقہ کے مشہور شکاری۔“

”تم انہیں کیا جانو۔۔۔!“ آرتھر نے معتجّبانہ لہجے میں پوچھا۔

”ارے بھلا مُجھ سے زیادہ انہیں کون جانے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں نے تین سال تک ان کے ساتھ افریقہ کے کالے جنگلوں کی خاک چھانی ہے۔“

آرتھر ہنسنے لگا۔ جارج فنلے نے اس سے ہنسی کی وجہ پوچھی۔ ”یہ کہہ رہا ہے کہ میجر نکولس کے ساتھ افریقہ میں رہ چکا ہے۔“

”ممکن ہے۔“ جارج فنلے نے کہا۔

”مُجھے تو اب اس پر کُچھ شبہ ہو چلا ہے۔“ آرتھر نے کہا۔

”کیوں۔۔۔!“ جارج فنلے نے چونک کر پوچھا۔

”کہیں یہ بھی انہیں دیسیوں میں سے نہ ہو جنہوں نے مورتی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔“

”اوہ۔۔۔!“ جارج فنلے نے کہا اور فریدی کو گھورنے لگا۔

”خیر میں اس کا امتحان لے لیتا ہوں۔“ آرتھر نے کہا اور پھر فریدی کی طرف مُڑ کر بولا۔

”نکولس کا مُستقل قیام افریقہ میں کہاں تھا۔“

”مومباسہ میں۔“ فریدی نے جواب دیا۔

وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

”افریقہ کی سب سے زیادہ خطرناک چیز کیا ہے؟“ آرتھر نے پوچھا۔

”زہریلی مکھّی، سی سی فلائی، جس کے حملے کی خبر تک نہیں ہوتی۔“ فریدی نے کہا۔ ”شاید آپ کو مُجھ پر کُچھ شبہ ہوا ہے۔ شاید آپ نہیں جانتے ہیں کہ میں اپنے آقاؤں کے لیے جان تک کی بازی لگا دیتا ہوں۔ جھوٹ کبھی نہیں بولتا۔ مگر صاحب اب وہ قدر داں کہاں، نکولس صاحب مُجھے اپنے برابر بٹھاتے تھے۔“

”بھلا میں تم پر کِس بات کا شُبہ کر سکتا ہوں۔“ آرتھر نے اچانک پوچھا۔

”یہی کہ میں آپ کو اپنے جھوٹے کارناموں کے قصّے سُنا کر آپ کا اعتماد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ محض اس لیے کہ کسی دِن موقع پا کر آپ لوگوں کو لوٹ لوں۔“ فریدی نے کہا۔

”تم غَلَط سمجھے۔“ آرتھر نے ہنس کر بولا۔ ”میں صرف اتنا جاننا چاہتا تھا کہ تم واقعی کام کے آدمی ہو یا نہیں۔“

”خیر صاحب یہ تو وقت پر ہی معلوم ہو سکے گا۔“ فریدی نے کہا۔

”تُم اس سے پہلے بھی کبھی مشرق کی طرف سفر کر چکے ہو۔“ آرتھر نے پوچھا۔

”صرف ایک بار۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور وہ واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے کہ ایک بار آپ ہی کی طرح ایک صاحب نے رام گڑھ میں بہت سے مزدوروں کو اکٹھا کیا تھا اور وہ بھی اسی طرف آئے تھے، لیکن کُچھ دور چلنے کے بعد وہ اچانک لوٹ پڑے تھے۔ ان کی کوئی چیز چوری ہو گئی تھی۔ اس کا انہیں اتنا دکھ ہوا کہ وہ آگے نہ جا سکے۔“

”کیا چیز چوری ہو گئی تھی۔“

”یہ انہوں نے نہیں بتایا۔“

”ہوں۔۔۔!“ آرتھر کُچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”وہ کہاں جانا چاہتے تھے۔“

”دریائے تامنی کے کنارے۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ دوسرے کنارے پر جانا چاہتے تھے لیکن ارادہ تھا کہ وہ مزدوروں کو اُدھر ہی سے رُخصت کر دیں گے۔“

”اوہ۔۔۔!“

آرتھر جارج فنلے کی طرف مڑ کر اسے اپنی اور فریدی کی گفتگو کے متعلّق انگریزی

میں بتانے لگا۔

"ان باتوں سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ مورتی کے متعلّق کُچھ نہیں جانتا۔" جولیا بولی۔ "اگر ایسا ہوتا تو وہ اس کا تذکرہ ہی نہ کرتا۔"

"ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔" آرتھر نے کہا۔ پھر وہ فریدی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پہاڑی زبان میں بولا۔ "جاؤ جاؤ اپنا برتن لاؤ۔۔۔ تم ہر وقت یہاں سے چائے لے سکتے ہو اور رات کو سوتے وقت میرے پاس آنا میں تمہارے چھالوں میں دوا لگا دوں گا۔"

تھوڑی دیر بعد حمید اور فریدی آگ کے پاس بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

"کیوں برخوردار۔۔۔!" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "کہو کیسی رہی۔"

"بہت اچھی۔" حمید بے زاری سے بولا اور چاول کے تسلے کو آگ پر سے اُتارنے لگا۔

"ابھی کیا ہے میں اس سے بھی زیادہ آرام پہنچانے کی کوشش۔۔۔ اور کہو تو جولیا

سے تمہاری شادی کرادوں۔"

"بس جناب کی عنایت کا شکریہ۔" حمید نے کہا۔ "اس وقت تو مُجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے میرے باپ کی بھی کبھی شادی نہ ہوئی ہو۔"

حمید کی شامت

سورج طلوع ہوتے ہی پھر سفر شروع ہو گیا۔ خیمے اکھاڑ کر خچّروں پر بار کر دیئے گئے۔ جن مزدوروں کے پاس خچر تھے وہ ان پر سامان لادنے کے بعد خود بھی بیٹھ گئے۔ بقیہ لوگ اپنے سروں پر کُچھ نہ کُچھ اٹھائے ہوئے پیدل چل رہے تھے، جولیا اور جارج فنلے خچر پر سوار آگے آگے چل رہے تھے۔

اس وقت قافلہ بلندی سے ایک پُر فضا وادی میں اُتر رہا تھا۔ خشک پہاڑوں کا سِلسِلہ ختم ہو چکا تھا۔ چاروں طرف ہری بھری پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ نیچے وادی میں چھوٹی سی پہاڑی ندی ننھے ننھے قطرے اُچھالتی ہوئی تیز رفتاری سے بہہ

رہی تھی۔ سنّاٹے میں پانی کی آواز ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے خوفناک دھندلکوں میں ستار کی مدہم سی جھنکار۔۔۔ حمید کی رومان پسند طبیعت گنگنانے کے لیے بے قرار ہو گئی۔ لیکن وہ تو گونگا تھا۔ وہ جھنجھلا گیا۔ اس کا دِل چاہا اپنے خچر کے دونوں کان اُکھاڑ ڈالے۔ فریدی دور تھا ورنہ وہ اسے ایک آدھ بار کھا جانے والی نظروں سے ضرور گھورتا۔ اس کا خچر جولیا کے پیچھے تھا۔ جولیا کے سنہرے بالوں کے نیچے سرخ و سپید گردن، جس کے درمیان میں ایک لطیف سی سلوٹ تھی۔ حمید کے دِل میں گُدگُدیاں پیدا کر رہی تھی۔ کاش وہ بول سکتا۔ جولیا کافی خوب صورت تھی۔ اُس کی گہری نیلی آنکھیں دو پہاڑیوں کے درمیان خلا سے دکھائی دینے والے آسمان کی طرح پُرکشش اور روح کو ایک انجانی دُنیا میں کھینچ لے جانے والی تھیں۔ آنکھوں اور چہروں میں دوسری دِل آویز چیز اوپری ہونٹ کی ہلکی سنہری روئیدگی تھی اور جب اس میں پسینے کی ننّھی ننّھی بوندیں بھی شامل ہو جاتیں تو وہ اور زیادہ حسین دِکھائی دینے لگتی۔ دِن بھر کی مسافت طے کرنے کے بعد جب وہ چائے کا پہلا گھونٹ لیتی تو اُس کی آنکھوں میں نشہ سا

جھلکنے لگتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سارے جسم کی تھکن اُس کے چہرے پر ایک غم آلود نرماہٹ بن کر پھیل گئی ہو۔ حمید غیر ارادی طور پر اُس کے قریب رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ سوچتا کاش وہ اس حالت میں رہنے پر مجبور نہ ہوتا۔ کاش وہ بول سکتا۔

کارواں وادی میں اُتر آیا تھا، آگے بڑھنے سے پہلے ندی پار کرنی ضروری تھی۔

"ندی زیادہ گہری نہیں ہے۔" آرتھر نے جارج فنلے سے کہا۔ "ہم لوگ آسانی سے گزر جائیں گے۔ میں اس علاقے میں کُچھ دِن رہ چکا ہوں۔"

جارج فنلے نے بھی اپنا خچر پانی میں اتار دیا۔

تھوڑی دیر بعد پورا قافلہ ندی پار کر گیا۔ سامنے دور تک ہرا بھرا میدان پھیلا ہوا تھا۔

"دوسری چڑھائی ذرا تکلیف دہ ہو گی۔" آرتھر نے جارج فنلے سے کہا۔

"کیوں۔۔۔؟"

"وہاں ہمیں خود ہی راستے بنانے پڑیں گے لیکن یہ دِقّت زیادہ دور تک قائم نہیں رہے گی۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ہمیں اس کے لیے دو تین دِن پہلے ہی اپنی پچھلی تھکن دور کرنی پڑے گی۔"

"ہوں۔۔۔!" جارج فنلے نے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

"آگے ایک گاؤں ہے وہاں ہم دو تین دِن ٹھہر جائیں گے لیکن ہم لوگوں کو کافی محتاط رہنا پڑے گا کیونکہ اب ہمیں ایسے لوگوں سے دوچار ہونا ہے جو قطعی وحشی ہیں۔"

"اگر انہوں نے ہمیں گاؤں میں داخل نہ ہونے دیا تو۔۔۔!" جارج فنلے نے کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ جنگلیوں کا سردار مُجھے اچھی طرح جانتا ہے۔ میں نے ایک حادثے میں اس کی جان بچائی تھی۔" آرتھر نے کہا۔ "یہ بھی یاد رکھیے کہ یہ جنگلی احسان فراموش نہیں ہوتے۔"

"مُجھے تو انہیں دیکھ کر خوف آئے گا۔" جولیا اِٹھلا کر بولی اور حمید ہزار جان سے

قربان ہوتے ہوئے بچا کیونکہ اچانک اس کے خچر نے ٹھوکر کھائی اور وہ سنبھل نہ جاتا تو سر کے بل زمین پر آرہا تھا۔

قافلہ جیسے ہی گاؤں میں داخل ہوا جنگلی اپنے اپنے جھونپڑوں سے نکل آئے۔ اُن کے ہاتھ میں بڑے بڑے نیزے تھے ان کی ڈراؤنی شکلیں دیکھ کر جولیا کی چیخیں نکل گئیں۔

"کوئی اِن سے بولے نہیں۔" آرتھر نے پلٹ کر پہاڑی مزدوروں سے کہا۔

"کارواں رُک گیا۔ ہر آدمی کے سر پر دو دو جنگلی مسلط تھے۔"

آرتھر نے چیخ کر جنگلیوں سے کُچھ کہا۔ ان میں ایک آدمی آگے بڑھا اور اُس نے آرتھر کا بازو پکڑ کر اسے بقیہ لوگوں سے الگ کر لیا وہ دونوں ایک طرف چلنے لگے۔

"گھبرانے کی بات نہیں، میں ان کے سردار کے پاس جارہاہوں۔"

آرتھر نے جارج فنلے سے کہا۔ وہ جنگلی آرتھر کو ایک بڑے جھونپڑے کے باہر

چھوڑ کر خود اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اس کے ساتھ ایک آدمی اور تھا جس نے بے شمار بھدّے زیورات پہن رکھے تھے اور اس کا منڈا ہوا سر پیلے رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ آرتھر کو دیکھتے ہی وہ ہنس پڑا۔ آرتھر نے اس کے قریب پہنچ کر مکّا تانا جسے وہ بوسہ دے کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے مکّا تانا اور آرتھر اسے بوسہ دے کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

پھر دونوں نے زمین پر دوزانو بیٹھ کر آہستہ آہستہ تین بار اپنے سر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ غالباً یہ ان کا علاقہ تھا۔ وہ شخص جو آرتھر کو لایا تھا سردار کا اشارہ پا کر آرتھر کے سامنے اُچھلنے کودنے لگا۔ اس نے آرتھر کے گرد تین چکر لگائے اور اس کا داہنا ہاتھ چوم کر زمین پر بیٹھ گیا۔

پھر سردار نے اس سے کُچھ کہا اور وہ اُٹھ کر اس طرف چلا گیا جدھر جارج فنلے وغیرہ کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر بعد خچروں پر سے سامان اتارا جانے لگا۔ پرانی شناسائی کی بنا پر جنگلیوں

کے سردار نے آرتھر کو وہاں قیام کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ جولیا بُری طرح خائف تھی۔ اگر کسی جنگلی سے اُس کی آنکھیں چار ہو جاتیں تو وہ خوف سے لرزنے لگتی تھی۔ ایک بار خیمے میں جانے کے بعد وہ پھر باہر نہیں نکلی۔ فریدی اور حمید ایک خیمے کی رسّیاں تان رہے تھے۔ حمید پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔

"کیوں حمید صاحب۔۔۔ ان جنگلی عورتوں میں سے کوئی پسند آئی۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

"ارے یہ عورتیں ہیں۔ اگر یہ عورتیں ہیں تو میں لفظ عورت پر سو بار لعنت بھیجتا ہوں۔"

"لیکن گھبراؤ نہیں صاحب زادے۔۔۔ بہت جلد ان میں سے کوئی ایک تمہارے لیے سوہانِ روح بننے والی ہے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" حمید چونک کر بولا۔

"تم اس قوم کی عجیب و غریب مہمان نوازی سے واقف نہیں ہو۔" فریدی نے

کہا۔ ”آج رات تمہیں کسی نہ کسی عورت کے ساتھ ناچنا پڑے گا۔“

”دیکھیے میں خود کشی کرلوں گا۔“ حمید نے جھلا کر کہا۔

”میرے خیال میں خود کُشی سے زیادہ آسان تو وہ ناچ رہے گا۔“ فریدی نے مُسکرا کر کہا۔

”دیکھیے۔۔۔ میں آپ سے۔۔۔!“

”چپ چپ۔ آرتھر آرہا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

آرتھر ان کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

”کہو تم اِن جنگلیوں سے خائف تو نہیں ہو۔“ آرتھر نے فریدی سے ہنس کر پوچھا۔

”بالکل نہیں۔۔۔ بھلا ان میں خوف زدہ کرنے والی کیا بات ہے۔“ فریدی نے جواب دیا۔ ”کیا تمہارا وہ انگریز شکاری ادھر ہی سے گزرا تھا۔۔۔؟“

"نہیں۔۔۔ دوسری طرف سے۔" فریدی نے کہا۔ "ہمیں وہ پہاڑی ندی نہیں پار کرنی پڑی تھی۔"

"اس قبیلے کا سردار میرا دوست ہے۔" آرتھر نے کہا۔

"لیکن گوٹا قوم قابلِ اعتبار نہیں ہے۔" فریدی بولا۔

"تمہیں کیا معلوم۔۔۔!" آرتھر چونک کر بولا۔ "تُم شاید اِدھر کبھی آئے ہی نہیں۔"

"یہ میں نے اپنے باپ کی زبانی سُنا تھا۔" فریدی نے جواب دیا۔

"نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہے۔"

"بتا دینا میرا کام تھا آگے آپ کو اختیّار ہے۔" فریدی نے کہا۔ "خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ آپ کے ساتھ ایک جوان لڑکی ہے۔ آپ کا محتاط رہنا ضروری ہے۔"

"بکواس ہے۔" آرتھر نے ناخوشگوار لہجہ میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔

فریدی پھر خیمہ درست کرنے میں مشغول ہو گیا۔

خیمے نصب ہو چکے تھے۔ جارج فنلے وغیرہ آرام کرنے لگے۔ مزدوروں نے کھانا پکانا شروع کر دیا۔ جنگلیوں کے ننگ دھڑنگ بچے کھانے کے لالچ میں مزدوروں کے گرد اکٹھا ہو گئے۔ آرتھر سردار کے جھونپڑے میں چلا گیا۔ کثیف اور میلی عورتیں پہاڑی مزدوروں کو گھور گھور کر دیکھ رہی تھیں۔ فریدی اور حمید ایک جگہ بیٹھے اپنے چاول اُبال رہے تھے۔ فریدی آرتھر سے خشک ڈبل روٹیاں مانگ لایا تھا جنہیں وہ ایک بڑے سے تسلے میں بھگوئے ہوئے تھے۔ حمید جنگلی عورتوں میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ ان میں کئی جوان تھیں جنہیں حمید اپنے تصوّر میں نہلا دھلا کر جدید طرز کے کپڑے پہنا رہا تھا۔

"اس لڑکی کو دیکھ رہے ہیں آپ۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں کیا ارادہ ہے۔"

”کُچھ نہیں۔۔۔ میں نے کہا اگر اسے قاعدے کے کپڑے پہنا دیئے جائیں تو کیسی لگے گی۔“حمید نے کہا۔

”ذرا ہوش میں آیئے۔۔۔ مزدور ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ عورتوں کو دیکھ کر یہ نہ بھول جایئے کہ آپ گونگے ہیں۔“فریدی مُسکرا کر بولا۔

حمید خاموش ہو گیا لیکن اس کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہو گیا۔

دفعتاً عورتوں اور بچّوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ حمید اور فریدی چونک پڑے۔ سامنے ایک قوی الجثہ اور سیاہ فام عورت کھڑی بچّوں کو منہ چڑا رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ قہقہہ مار کر ہنسنے بھی لگتی تھی۔ وہ ایک خارش زدہ کُتیا کو گود میں اٹھائے پاگلوں کی طرح اچھلنے کودنے لگی۔ بچّوں نے اس پر پتّھر پھینکنے شروع کر دیئے۔ بچّوں کی مائیں جھونپڑوں سے نکل آئیں اور اپنے اپنے بچّوں کو الگ ہٹانے لگیں۔ شاید یہ عورت پاگل تھی۔ بچّوں کے جاتے ہی وہ زمین پر بیٹھ کر خارش زدہ کُتّے کو پیار کرنے لگی۔ حمید ہنس رہا تھا۔ وہ دونوں پہاڑی مزدوروں کی ٹولی سے کافی فاصلے

پر بیٹھے ہوئے تھے۔ فریدی یوں بھی حمید کے مصنوعی گونگے پن کی وجہ سے اُن لوگوں سے دور ہی رہتا تھا اور اس دوری کی دوسری وجہ یہ تھی کہ پہاڑی مزدور فریدی سے جلنے لگے تھے، کیونکہ اُسے آقاؤں کی طرف سے خاص مراعات حاصل تھیں۔

پاگل عورت حمید کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ دفعتاً اُس نے کُتّے کو پیار کرتے ہوئے اُٹھا کر دور پھینک دیا۔ کُتّا چیں چیں کر کے بھاگا اور وہ عورت دانت نکال نکال کر اُسے ملّہ دِکھانے لگی۔ حمید زور سے ہنس پڑا۔ عورت چونک کر اُس کی طرف متوجّہ ہو گئی اور اُس نے بھی جوابی قہقہہ لگایا۔ پھر وہ وہاں سے اُٹھ کر فریدی اور حمید کے پاس آبیٹھی۔ حمید گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

"کیوں حمید صاحب کیا یہ عورت نہیں ہے۔ تشریف رکھیے۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ عورت حمید کی طرف دیکھ کر ہنسے جارہی تھی اور اب اس نے کُچھ بھونڈے قسم کے اشارے بھی کرنے شروع کر دیئے تھے۔

”یہ کیا مصیبت آگئی۔“حمید جھنجھنایا۔

”مصیبت کیوں۔“ فریدی مُسکرا کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم پر ہزار جان سے عاشق ہو گئی ہے۔ چلو تمہاری یہ شکایت تو رفع ہو گئی کہ عورتیں تم پر بہت کم عاشق ہوتی ہیں۔“

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خوفزدہ نظروں سے پاگل عورت کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”اچھا شاید تم تنہائی چاہتے ہو۔“ فریدی نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے۔“ کہہ کر حمید نے فریدی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”بھئی میں تمہارے عشق میں مخل نہیں ہونا چاہتا۔“ فریدی نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ عورت نہ جانے کیا سمجھی۔۔۔ پہلے تو وہ کھڑی کُچھ دیر تک اُن کی کھینچا تانی دیکھتی رہی پھر اچانک حمید پر ٹوٹ پڑی۔

”ارے ارے۔۔۔!“ حمید بے بسی سے بولا۔ وہ حمید کو زمین پر گِرا کر دبوچ

بیٹھی۔ حمید بُری طرح چیخ رہا تھا۔ ایک خوفزدہ پرندے کی طرح جسے کسی عقاب نے دبالیا ہو۔ فریدی اسے اُٹھانے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس نے فریدی کے ہاتھ میں کئی جگہ دانت سے کاٹ لیا۔۔ اپنے تیز اور نوکیلے ناخنوں سے اس کا منہ نوچ لیا۔ حمید بدستور چیخے جارہا تھا۔ پہاڑی مزدور دور کھڑے ہنس رہے تھے۔ بدقّت تمام فریدی نے اس عورت کو الگ ہٹایا اور حمید اُٹھ کر بھاگا۔ اب وہ حمید کو چھوڑ کر فریدی کی طرف پلٹ پڑی تھی۔ شور سُن کر دو تین جنگلی آ گئے۔ انہوں نے اُس عورت کو نیزوں کی انیاں چبھا کر وہاں سے بھگایا۔

حمید ناک کی سیدھ میں بے تحاشہ دوڑا جارہا تھا۔ فریدی بھی اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔ بدقّت تمام وہ اُسے پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔

”میں سمجھا۔۔۔ سمجھا۔۔۔ شش۔۔۔ شاید۔۔۔ وہ ہے۔“ حمید ہانپتا ہوا بولا۔

فریدی نے اسے زمین پر بٹھا دیا۔۔۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

”میں اب۔۔۔ میں اب۔۔۔ خودکشی کرلوں گا۔“ حمید نے فریدی کو گھورتے

ہوئے کہا۔

"ناکامی کے بعد یہی ہوتا ہے۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "گھبراؤ نہیں۔۔۔ میں تمہیں کوئی اشتہاری دوا منگوا دوں گا۔"

"دیکھیے بس۔۔۔ میں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا۔" حمید غصّے سے بولا۔ اُس کی آنکھوں میں بے بسی کے آنسو چھلک آئے تھے۔ فریدی نے اُسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اُسے تسلّی اور دلاسہ دیتا ہوا واپس لے آیا۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ پہاڑی مزدوروں کے سامنے اُس کی کافی بے عزّتی ہوئی تھی۔ اب وہ اُس پر ہنسا کریں گے۔ وہ ان پر کسی قسم کا اظہار بھی نہ کر سکے گا، کیونکہ وہ گونگا تھا۔ لیکن فریدی کو اس کی عقلمندی پر حیرت ہو رہی تھی کہ اس نے بے تحاشہ چیخنے چلانے میں اپنا گونگا پن برقرار رکھا تھا۔

ناچ اور جنگ

فریدی کھانا کھا کر جارج فنلے کے خیمے کی طرف چلا گیا۔ وہاں کئی جنگلی کھڑے تھے۔ ان میں جنگلیوں کا سردار بھی تھا۔ آرتھر اور جارج فنلے اپنے اسلحے لا لا کر اُن کے سامنے ڈھیر کر رہے تھے جنہیں ایک قوی ہیکل جوان اکٹھا کر رہا تھا۔ اس نے شیر کی کھال پہن رکھی تھی اور ساتھیوں میں سب سے زیادہ طاقت ور اور تندرست معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے سردار سے کُچھ کہا۔ اس کے جواب میں سردار نے سر ہلایا اور آرتھر اسے کُچھ کہنے لگا۔ آرتھر نے خیمے کی طرف اشارہ کیا۔ دو تین جنگلی خیمے میں گھُس گئے اور بقیہ پہاڑی مزدوروں کے سامان کی تلاشی لینے لگے۔ فریدی متحیر تھا۔ وہ جنگلیوں کی زبان قطعی نہیں سمجھ پایا تھا۔ اس

نے آرتھر سے پوچھا۔

"تم بھی انہیں اپنا سامان دکھا دو۔" آرتھر نے کہا۔ "بقیہ باتیں اطمینان سے بتاؤں گا۔"

فریدی اپنی بڑی سی گٹھری اُٹھالایا جسے وہ راستہ بھر اپنی پیٹھ پر باندھے رہا تھا۔

اس میں کُچھ پھٹے پرانے کپڑے تھے اور تمباکو کے پتوں کا ایک بڑا سا بنڈل۔ ایک چھوٹی سی چِلّم اور دوسری کُچھ چھوٹی موٹی چیزیں تھیں۔

تلاشی ختم ہونے کے بعد جنگلیوں نے سارا اسلحہ اٹھایا اور ایک طرف چلے گئے۔ جنگلی سردار آرتھر کو کُچھ سمجھا رہا تھا۔

جب وہ چلا گیا تو جولیا آرتھر پر برسنے لگی۔

"تم نے اس پر اعتبار کیوں کر لیا۔" اس نے کہا۔

"اس لیے کہ اِن لوگوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔" آرتھر نے کہا۔

"اگر عقل مندی کا یہی حال رہا تو پہنچ چکے۔" جولیا بولی۔

"بھئی تم ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتیں۔" آرتھر نے اُکتا کر کہا۔

جارج فنلے بھی اپنی بیٹی کو سمجھانے لگا۔

فریدی نے وہاں ٹھہر کر معاملے کی نوعیت سمجھنے کے بجائے یہی مناسب سمجھا کہ اسلحہ لے جانے والوں کا پیچھا کرے۔

انہوں نے رائفلیں پستول اور کارتوس ایک جھونپڑے میں لے جا کر رکھ دیئے۔ تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک آدمی تھوڑا تھوڑا سامان لے کر چٹانوں کے پیچھے غائب ہونے لگا۔ فریدی چٹانوں میں چھپتا چھپاتا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ چٹانوں کے منہ پر ایک بڑا سا پتھّر رکھ کر بیٹھ گئے۔ شیر کی کھال میں ملبوس قوی ہیکل جنگلی شاید انہیں کُچھ ہدایات دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر رُک کر اس نے پھر کُچھ کہا اور اس کے ساتھی وحشیانہ انداز میں قہقہے لگانے لگے پھر وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ فریدی چٹانوں کی اوٹ سے جھانک جھانک کر انہیں دیکھتا رہا جب وہ

نظروں سے اوجھل ہو گئے تو فریدی اس غار کے نزدیک آیا اور پتھّر ہٹا کر سارا اسلحہ ایک دوسرے غار میں منتقل کر دیا۔ یہ غار بادی النظر میں غار نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کافی اونچی چٹانوں پر چڑھ کر دیکھنے سے تو البتّہ اس کا دہانہ نظر آ سکتا تھا لیکن ایسا کوئی کرنے ہی کیوں لگا۔

آرتھر سے استفسارِ حال پر فریدی کو معلوم ہوا کہ سردار نے مجبوراً اُن کے اسلحہ جات لے لیے تھے اور وعدہ کیا تھا کہ اُن کی روانگی کے وقت انہیں واپس کر دیئے جائیں گے۔ آرتھر نے سردار کی مجبوری کی ایک لمبی چوڑی داستان سُنائی۔ وہ نوجوان جو شیر کی کھال پہنے ہوئے تھا اُن سب سے زیادہ طاقت ور تھا۔ وہ ہمیشہ اِس تاک میں رہتا تھا کہ کسی طرح قبیلے والوں کو سردار کے خلاف اکسا کر خود سردار بن جائے چنانچہ ان لوگوں کے پہنچتے ہی اس نے قبیلے والوں میں سردار کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرنی شروع کر دیں۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ سردار نے انہیں قتل کرا دینے کے لیے سفید آدمیوں کو بُلایا ہے۔ جب اُس کی خبر سردار کو ہوئی تو اس نے لوگوں کو سمجھانا شروع کر دیا کہ وہ لوگ یہاں مہمان کی

حیثیت سے قیام کریں گے اور پھر شیر کی کھال والے نوجوان نے اسلحہ لے لینے کی تجویز پیش کی اور وعدہ کیا کہ ان کی روانگی کے وقت اسلحہ واپس کر دیا جائے گا۔ آرتھر نے بتایا کہ سردار اس نوجوان سے بہت خائف رہتا ہے۔ اُس نے قبیلے کے زیادہ تر نوجوانوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا ہے، وہ اس کی پشت پناہی میں من مانی حرکتیں کیا کرتے ہیں۔ سردار نے اُن سے قسم لے لی ہے کہ وہ اسلحہ واپس کر دیں گے۔

''مگر صاحب یہ کُچھ اچھا نہیں ہوا۔'' فریدی نے کہا۔ ''خدا خیر کرے۔''

''فکر مت کرو سردار ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا۔'' آرتھر نے جواب دیا۔ ''اگر خود ہی بے چارہ دھوکا کھا گیا ہو تو کیا ہو گا۔'' فریدی نے کہا۔

''ہو گا بھئی جو کُچھ دیکھا جائے گا۔'' آرتھر نے اکتا کر کہا۔ اُس کے انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ خود بھی مطمئن نہیں ہے۔ لیکن اِس کے علاوہ اب چارہ ہی کیا تھا کہ خاموشی سے بیٹھا جائے۔ خصوصاً جولیا بہت زیادہ خائف تھی اس نے

بات بات پر الزامات عائد کرنے شروع کر دیئے تھے۔ آرتھر ان بوچھاڑوں سے گھبرایا ہوا تھا۔

دِن گزر گیا۔ تاریکی پھیلتے ہی فریدی اُن چٹانوں کے درمیان پہنچ گیا جہاں اُس نے غار میں رائفلیں اور دوسرے اسلحہ جات چھپا دیئے تھے۔ اِدھر ایک بڑے میدان میں جنگلیوں کا سردار مہمانوں کی ضیافت کا انتظام کر رہا تھا۔ بڑی بڑی مشعلیں روشن تھیں جن میں رینڈی کا تیل جل رہا تھا جس کی سڑاند فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ جا بجا الاؤ جلا رہے تھے جن پر مسلم ہرن بھونے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد آرتھر جولیا اور جارج فنلے بھی اپنے مزدوروں سمیت وہاں پہنچ گئے۔ جولیا خوفزدہ نظر آرہی تھی۔ اگر آرتھر ضد نہ کرتا تو شاید وہ کبھی اِس جگہ نہ جاتی۔

سب وہاں پہنچ گئے تھے لیکن فریدی لاپتہ تھا۔

شام کے کھانے سے فارغ ہو کر ڈھول پیٹے جانے لگے اور پھر قبیلے کی جوان لڑکیاں دائرہ بنا کر ڈھول کی آواز پر ناچنے لگیں۔ جنگلی چیخ چیخ کر گا رہے تھے۔

سردار کے قریب ہی شیر کی کھال والا جوان بیٹھا اپنے بازوؤں کی مچھلیاں اکڑا اکڑا کر دیکھ رہا تھا۔ اکثر وہ جولیا کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ لیتا تھا۔ جولیا بُری طرح لرز رہی تھی۔ دفعتاً وہ جانے کے لیے اٹھی۔ شیر کی کھال والے نے چیخ کر کُچھ کہا۔ اس کی آواز سنتے ہی کئی نوجوان ناچتی ہوئی لڑکیوں پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے ان کو پکڑ کر اچھلنا شروع کر دیا۔ جولیا جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ شیر کی کھال والے نے اسے پکڑ لیا اور کھینچ کر ناچنے والوں کی بھیڑ میں لے آیا۔ جولیا کی چیخیں نکل گئیں۔ آرتھر اور جارج فنلے اسے چھڑانے کے لیے آگے بڑھے لیکن ان کے سینوں کے سامنے کئی جنگلی نیزے لے کر آ گئے۔

سردار چیخنے لگا۔ شاید وہ اس حرکت پر اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہا تھا۔ شیر کی کھال والے نے سردار پر اپنا نیزہ تان لیا۔۔۔ دونوں میں بہت ہی تیز قسم کی گفتگو ہو رہی تھی۔ ادھر جارج فنلے آرتھر کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔

دفعتاً فریدی بھیڑ کو چیرتا ہوا آرتھر کے قریب پہنچا۔ آرتھر بُری طرح گھبرایا ہوا تھا۔

"کیوں صاحب کیا معاملہ ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"تم ٹھیک کہتے تھے، ہمیں دھوکا دیا گیا۔ اس شیطان نے اسی لیے ہمارا اسلحہ لے لینے کی تحریک شروع کی تھی۔"

"اور سردار کیا کہتا ہے۔۔" فریدی نے پوچھا۔

"وہ بے چارہ بے قصور ہے۔ اس وقت پورا قبیلہ اس شیطان کا طرف دار ہو گیا ہے۔"

"سردار انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ وہ جولیا کو چھوڑ دے لیکن وہ لڑنے مرنے پر آمادہ ہے۔"

"وہ آخر کہتا کیا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم لوگ نیزوں اور تلواروں سے نہیں لڑ سکتے اس لیے وہ کہتا ہے کہ جولیا اسی وقت واپس ہو سکتی ہے جب وہ مار ڈالا جائے۔ کاش ہمارے پاس رائفلیں ہوتیں۔"

"تو کیا وہ ہم میں سے ایک سے لڑنا چاہتا ہے۔ یا سب کو للکار رہا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"یہ مجھے معلوم نہیں۔"

"سردار سے پوچھئے۔" فریدی نے کہا۔ "اگر وہ تنہا لڑ کر اس کا فیصلہ کرنا چاہتا ہو تو میں تیّار ہوں۔"

آرتھر سردار سے گفتگو کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد فریدی کی طرف مُڑ کر بولا۔

"وہ کہتا ہے کہ اس کی زندگی میں جو لیا نہیں واپس ہو سکتی چاہے کوئی اس سے تنہا جنگ کرے چاہے مجموعی حیثیت سے۔"

"اچھا اس سے کہہ دیجیے کہ ہمارا ایک آدمی اس سے لڑے گا اور وہاں آپ اپنے خیمے میں جایئے۔ آپ کا سارا اسلحہ وہاں موجود ہے اگر ہماری لڑائی کے دوران میں کوئی دوسرا دخل دے تو آپ بے دریغ فائر کرنا شروع کر دیجیے گا۔"

"ہمارا اسلحہ خیمے میں کیسے پہنچا؟" آرتھر حیرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”میں ابھی کُچھ نہیں بتا سکتا۔“ فریدی نے کہا۔ ”جلدی کیجیے۔۔۔ میں اس سے نپٹتا ہوں۔“

آرتھر نے جلدی سے جارج فنلے کو سب کُچھ بتا دیا اور پھر سردار کی طرف مخاطب ہوا۔ جولیا اِس دوران میں بے ہوش ہو گئی تھی۔ جسے شیر کی کھال والے نے اپنے کاندھے پر ڈال لیا تھا۔ آرتھر سردار سے گفتگو کرنے کے بعد خیمے کی طرف چلا گیا۔ سردار نے ایک نیزہ اور ڈھال فریدی کے سامنے ڈال دی۔

شیر کی کھال والے نے جولیا کو کاندھے سے اُتار کر اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیا۔

چند لمحوں کے بعد فریدی اور وہ ایک دوسرے کے سامنے نیزہ تانے کھڑے تھے اور حمید بُری طرح کانپ رہا تھا۔ فریدی بھوکے شیر کی طرح اپنے مقابل کو گھور رہا تھا۔ دفعتاً جنگلی نے نیزہ مارا، فریدی نے ڈھال سامنے کر دی اور پینترہ بدل کر جنگلی پر حملہ آور ہوا لیکن اس نے بڑی پھرتی سے وار خالی کر دیا۔ نیزوں کی انیاں

ڈھالوں سے ٹکرا ٹکرا کر چھنّا کے پیدا کر رہی تھیں۔ پندرہ بیس منٹ گزر گئے، لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ آرتھر واپس آ گیا۔ جولیا بھی ہوش میں آ گئی تھی۔ جنگلی کے حملوں کی رفتار سست ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے نوجوان ساتھی چیخ چیخ کر شاید اسے ہمّت دِلا رہے تھے۔ جنگلیوں کا سردار بڑی توجّہ اور دلچسپی سے اِس جنگ کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے جیسے شیر کی کھال والے کی سستی بڑھتی جا رہی تھی سردار کے چہرے پر تازگی کے آثار گہرے ہوتے جا رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ فریدی کی کامیابی کا متمنّی ہو۔ دفعتاً شیر کی کھال والے نے جھلّا کر اپنا نیزہ فریدی کو دے مارا۔ فریدی پھُرتی سے بیٹھ گیا اور نیزہ سنسناتا ہوا اُس پر سے نکل گیا۔ اچانک ایک چیخ سُنائی دی۔ نیزہ دوسری طرف کھڑے ہوئے ایک جنگلی کے سینے میں پیوست ہو گیا تھا۔ فریدی ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ شیر کی کھال والا اچھل کر اُس پر آ رہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے منہ سے بھی ایک چیخ نکلی اور وہ وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ فریدی نے اپنا نیزہ اُٹھا لیا تھا۔ جنگلی اپنے ہی زور ہی میں اٹھے ہوئے نیزے کا شکار ہو گیا۔ جنگلی جوان کے ساتھیوں نے آگے بڑھنا چاہا لیکن

اس پر سردار خود نیزہ لے کر میدان میں کود پڑا۔ جنگلی سہم کر پیچھے ہٹ گئے کیونکہ اُن کا ساتھی مارا جا چکا تھا۔ جارج فنلے کے مزدوروں نے گلا پھاڑ کر چیخنا شروع کر دیا۔ وہ سب فریدی کو گود میں اٹھائے سارے میدان میں دوڑتے پھر رہے تھے۔

اسی رات کو جولیا، آرتھر، جارج اور فریدی خیمے میں بیٹھے ہوئے آج کے واقعات پر تبصرہ کر رہے تھے۔

"واقعی تم بہت کام کے آدمی نکلے۔" آرتھر نے فریدی سے کہا۔ "صاحب اور میم صاحب دونوں تم سے بہت خوش ہیں۔ بولو کیا انعام چاہتے ہو۔"

"گرما گرم چائے کا صرف ایک کپ کیونکہ میں سر شام سے محنت کر رہا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"بس ایک کپ چائے۔" آرتھر نے حیرت سے پوچھا۔

"بس اور مُجھے کُچھ نہیں چاہیے۔ ہاں ویسے آپ کا جی چاہے تو دو ایک سگار بھی

دے دیجیے گا۔"

آرتھر نے جارج فنلے کو اپنی اور فریدی کی گفتگو کا ماحصل بتایا۔ جولیا اُٹھ کر اسٹوو گرم کرنے لگی۔

"صاحب کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے تم جیسا بہادر اور شیر چشم آدمی آج تک نہیں دیکھا۔" آرتھر نے فریدی سے کہا۔

"صاحب کی مہربانی ہے۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔ "میں نکولس صاحب جیسے انگریزوں کے ساتھ رہ چکا ہوں۔"

"آج ہمیں اس کا یقین ہو گیا ہے۔" آرتھر نے ہنس کر کہا۔

"اس جنگلی کی موت کا قبیلے پر کیسا اثر پڑا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"اس کے ساتھی بُری طرح خوفزدہ ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ اب سردار انہیں زندہ نہ چھوڑے گا۔ سردار اس کی موت پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ اس نے بھی تمہارے پھرتیلے پن کی کافی تعریف کی ہے۔"

”میرے خیال سے تو اب ہمیں کوچ کر دینا چاہیے۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمارے ساتھ کے پہاڑی اس سفر سے کُچھ بیزار سے نظر آرہے ہیں۔“

”مُجھے بھی ڈر ہے کہ کہیں وہ واپس نہ ہو جائیں۔“ آرتھر نے کہا۔

”دیکھیے کیا ہوتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”رام گڑھ کے پہاڑیوں کے متعلّق ایک کہاوت مشہور ہے کہ وہ ناک کی سیدھ میں دوڑنے والے جنگلی سُور ہیں۔ معلوم نہیں کتنی دور تک دوڑنے کے بعد پلٹ پڑیں۔“

”تو کیا ان کے واپس لوٹ جانے کے امکانات ہیں۔“ آرتھر نے کہا۔

”میں نے کہا نا کہ ان کے متعلّق کُچھ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔“

”خیر دیکھا جائے گا۔“ آرتھر کُچھ سوچنے لگا۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جولیا چائے لے آئی۔ آج وہ اس گندے پہاڑی کے لیے اپنے ہی برتن میں چائے لائی تھی۔

فریدی چائے پینے لگا۔

رات بھر جاگتا رہا کیونکہ وہ جنگلیوں کی طرف سے مطمئن نہیں تھا، اس نے پہاڑیوں میں پستول اور رائفلیں تقسیم کر دی تھیں وہ سب رات بھر باری باری سے پہرہ دیتے رہے۔

آپس میں جھگڑا

دوسرے دِن صُبح خیمے اکھاڑ دیئے گئے۔ اس وقت کارواں جنگلیوں کی دو رویہ قطاروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ ان کی آنکھوں میں نفرت تھی، غصّہ تھا، حقارت تھی، اگر ان کا بس چلتا تو وہ اس قافلے کے ایک خچر تک کو زندہ نہ چھوڑتے، جنگلیوں کا سردار قافلے کے آگے چل رہا تھا۔ وہ اور اس کے کُچھ ساتھی قافلے کو اگلی چڑھائی تک چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

سرسبز وادی سورج کی سنہری کرنوں میں نہا کر نکھر آئی تھی۔ ہری بھری گھاس سے ایک عجیب قسم کی دِل آویز خوشبو اُٹھ رہی تھی۔ خچروں کی گردنوں میں

بندھی ہوئی گھنٹیاں فضا میں گونج رہی تھیں۔ قافلہ میدان سے گزر کر پہاڑیوں پر چڑھ رہا تھا۔ ان پہاڑیوں سے جنگلوں کے کُچھ کُچھ آثار شروع ہو گئے تھے۔

تازہ دم پہاڑی مزدوروں نے ایک گیت شروع کر دیا۔ اُن کی تیز آواز چٹانوں سے ٹکرا کر ایک عجیب طرح کی گونج پیدا کر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ذہن کی لامحدود وسعتوں میں چند رنگین یادیں رینگ رہی ہوں۔

حمید کی نگاہیں جولیا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو اب ایک خوفزدہ ہرنی کی طرح کبھی کبھی پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگتی تھی۔ حمید کے ذہن میں فریدی جاگ اٹھا وہ سوچنے لگا کہ کاش فریدی نے اپنا یہ کارنامہ اپنی صحیح شکل وصورت میں انجام دیا ہوتا۔

فریدی کا خچر سب سے پیچھے تھا۔ حسب دستور وہ اس وقت بھی اپنے خچر کی باگ تھامے موٹا سا ڈنڈا ٹیکتا ہوا پیدل چل رہا تھا۔ اس کی گٹھڑی اس کی پیٹھ پر بندھی ہوئی تھی۔

حمید نے دفعتاً اپنے خچر کی رفتار میں کمی کر دی۔ آہستہ آہستہ وہ فریدی کے برابر آ گیا۔

"آپ دُنیا میں کُچھ نہیں کر سکتے۔" حمید نے کہا۔

"میں نے کبھی اس کا دعویٰ نہیں کیا۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔

"نہیں۔۔۔ واقعی آپ۔۔۔!"

"بالکل احمق ہیں۔" فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

"بھلا بتایئے آپ کے رات والے کارنامے سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا۔" حمید نے کہا۔

"اچھا حمید صاحب آپ یہی فرما دیجیے کہ میرے کس کارنامے سے مُجھے فائدہ پہنچا ہے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"کسی سے نہیں۔"

”تو پھر تم نے خصوصیت سے رات والے کارنامے کا حوالہ کیوں دیا۔“

”اونہہ مُجھے کہنا کُچھ تھا اور کہہ کُچھ گیا۔“ حمید نے کہا۔

”تو فرمایئے نا۔۔۔!“

”مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے اصلی صورت میں کارنامہ سر انجام دیا ہوتا تو۔“

”تو کیا ہوتا۔“

”مطلب یہ کہ۔۔۔!“

”کہو کہو۔۔۔رُک کیوں گئے۔“ فریدی نے کہا۔

”بات یہ ہے کہ جولیا۔“ حمید جملہ پورا نہ کر سکا۔

”اوہ سمجھا۔۔۔!“ فریدی ہنس کر بولا۔ ”جولیا مُجھ پر عاشق ہو جاتی اور میں اٹھارویں صدی کے کسی ناول کے ہیرو کی طرح ایک بار اور اپنی جان پر کھیل جانے کی کوشش کرتا۔ بہر حال لیکن تمھیں اس سے کیا فائدہ ہوتا۔“

”فائدہ۔۔۔ ارے میں دیکھ کر خوش ہوتا۔“ حمید چہک کر بولا۔

”ضرور۔۔۔ لیکن کل تم نے مُجھے خوش ہونے کا موقعہ کیوں نہ دیا تھا۔“ فریدی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”جی۔۔۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”آخر تم بھاگے کیوں تھے؟“ فریدی نے پوچھا۔

”اور نہیں تو کیا جان دیتا۔“ حمید جَل کر بولا۔

”تُم نے اُس کا دِل توڑ دیا۔“ فریدی سنجیدگی سے بولا۔

”دراصل میں آپ کے لیے میدان خالی چھوڑ دینا چاہتا تھا۔“ حمید نے ہنس کر کہا۔

”آپ کی اور اُس کی جوڑی مناسب رہتی۔ ذرا اپنی شکل ملاحظہ فرمایئے، اور ہاں یہ آپ کی رال ٹپکنی کیوں بند ہو گئی۔“

”آرتھر نے چھالوں میں دوا لگا دی ہے۔“ فریدی نے ہنس کر جواب دیا۔

"آخر آپ نے اتنا گندا بھیس بدلنے میں کیا اچھائی دیکھی تھی؟"

"کُچھ نہیں۔۔۔ محض تفریحاً۔۔۔ کیا اس سِلسِلے میں یہ تجربہ کم قیمتی ہے کہ لوگ مُجھ سے متنفّر ہونے کے باوجود بھی میری قدر کر سکتے ہیں۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"بس انہی تجربات میں آپ اپنی زندگی کا بہترین حصّہ گزار دیجیے گا۔ میں کہتا ہوں آخر آپ کی اس افتادگی طبع کی کوئی انتہا بھی ہے۔"

"اس کی انتہا اس وقت ہو گی جب میرے اعضاء پر بڑھاپے کا حملہ ہو گا اور اسی وقت اس کے فوائد بھی معلوم ہوں گے۔ میں اپنی بقیہ زندگی۔۔۔"

"خیر چھوڑیئے۔ ہٹایئے۔۔۔ اگر بات زیادہ بڑھی تو ابھی آپ فلسفہ بولنے لگیں گے۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔ "یہ بتایئے کہ اس مورتی کے بارے میں کیا رہا۔"

"ابھی تک کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی۔۔۔ یوں تو میرا ابھی خیال ہے کہ یہ لوگ کسی خزانے کے چکّر میں ہیں۔ آرتھر اور جارج کبھی کبھی اُس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جارج کے پاس کوئی نقشہ بھی ہے جو غالباً کچنار کے جنگل تک پہنچنے

کے راستوں سے متعلّق ہے۔"

"آخر ہمیں ابھی کتنا اور چلنا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ابھی تو آدھا راستہ ہی طے ہوا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "دریائے نامتی پار کرنے کے بعد ہم کچنار کے جنگلوں میں داخل ہوں گے۔"

"تو دریائے نامتی۔۔۔!" حمید نے کہا اور پھر رُک کر کُچھ سوچتا ہوا بولا۔ "میں اسی ندی کو دریائے نامتی سمجھا تھا۔"

"ارے وہ تو کوئی گُم نام سی پہاڑی ندی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"دیکھیے ابھی اور کتنی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔" حمید نے کہا۔ "اور کتنے جنگلیوں، آدم خوروں سے شرف ملاقات حاصل ہوتا ہے۔"

"بس تو اب یہ دُعا مانگو کہ کسی جنگلی عورت سے تمہاری ملاقات نہ ہو۔ ورنہ تمہاری مردانگی اور عشق بازی دھری رہ جائے گی۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

”نہیں دیکھیے مذاق نہیں۔۔۔میں اس سفر سے تنگ آ گیا ہوں۔“

”تو واپس چلے جاؤ۔۔۔!“ فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ ”تم اس لڑکی جولیا سے بھی گئے گزرے ہو۔“

”آپ بھی لڑکیوں کی بات لے بیٹھے۔“ حمید نے کہا۔ ”ارے وہ جنگلی اسے پکڑ ہی لے جاتا تو کون سی مصیبت آ جاتی۔ شادی کرتا اور گھر میں ڈال لیتا، بھلا میں کس مصرف کا ہوں۔“

فریدی ہنس کر بولا۔ ”کیوں اپنا دِل چھوٹا کرتے ہو۔ تمہارا مصرف تو کوئی مُجھ سے پوچھے۔“

”جی ہاں۔۔۔جہاں چاہا اٹھا کر پھینک دیا۔ حمید تو اُلّو کا پٹھا ہے۔“

”خیر یہ تمہاری لیاقت ہے کہ اپنے منہ میاں اُلّو بن رہے ہو۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

حمید خاموش ہو گیا۔ فریدی نے سر اُٹھا کر سامنے دیکھا۔ کارواں دور نکل گیا تھا۔

پہاڑی مزدور شاید گاتے گاتے تھک گئے تھے، فریدی تیزی سے قدم اٹھانے لگا۔

"آخر آپ پیدل کیوں چل رہے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"بارہ بجے کے بعد میں خچر پر بیٹھوں گا۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں۔۔۔؟"

"اس لیے کہ سب لوگ اس وقت خچروں پر بیٹھے بیٹھے اُکتا جائیں گے اور انہیں بھی اترنا پڑے گا لیکن پھر ان سے پیدل بھی نہ چلا جائے گا۔ میں دِن کے بہترین حصّے میں پیدل چل کر اپنی تھکن کا بوجھ خچر پر ڈال دوں گا اور پھر جب شام کو اُتروں گا تو بالکل تازہ دم ہوں گا۔"

حمید نے اپنے خچر کو تھپکی رسید کی اور قافلے میں جانے کی کوشش کرنے لگا۔ فریدی بدستور پیدل چل رہا تھا۔

آفتاب آہستہ آہستہ بُلند ہوتا جارہا تھا۔ دھوپ میں کافی حرارت پیدا ہوگئی تھی۔

آرتھر اور جارج وغیرہ نے اپنے کوٹ اتار دیئے تھے۔ وہ سب پسینے میں تر تھے، جولیا کے شفاف چہرے پر پسینے کی بوندیں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے کسی تالاب میں کھِلے ہوئے کنول کی پنکھڑیوں پر شبنم کے قطرے بِکھر گئے ہوں۔ دو ایک ہلکی ہلکی لٹیں بھیگ کر ماتھے پر چپک گئی تھیں۔ تھکاوٹ نے اُس کی آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی رعنائی پیدا کر دی تھی۔ حمید اُس کے قریب پہنچ کر جمالیاتی حِس کی تسکین کرنے لگا۔ وہ دراصل اِسی کے سہارے سفر کی تکالیف کو بھلا دینا چاہتا تھا۔

قافلہ دِن بھر چلتا رہا۔ اس دوران میں فریدی نے ایک بار بھی قافلے سے ملنے کی کوشش نہ کی۔ وہ بدستور پیچھے چلتا رہا۔ کئی بار آرتھر نے ٹوکا بھی لیکن اُس نے اُس کی پرواہ نہ کی۔ دراصل وہ اُن جنگلیوں کی طرف سے مطمئن تھا جن کی آنکھوں میں اس نے نفرت اور انتقام کی چنگاریاں دیکھی تھیں۔

شام ہوتے ہی پھر ایک مناسب جگہ پر خیمے نصب کر دیئے گئے۔ جا بجا آگ روشن ہو گئی۔ فریدی اپنا برتن لے کر چائے لینے کے لیے آرتھر وغیرہ کے خیمے

کی طرف چل پڑا۔ خیمے کی پشت پر پہنچ کر وہ ٹھٹک گیا۔ اندر جارج اور آرتھر میں بہت تیز قسم کی گفتگو ہو رہی تھی۔

"آخر تم مورتی کا راز کیوں نہیں بتاتے۔" آرتھر نے کہا۔

"میں تمہاری بے صبری کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔" جارج فنلے نے کہا۔

"عجیب بات ہے تو پھر تم نے مُجھے راز دار بنایا ہی کیوں تھا کیا تمہیں مُجھ پر اعتبار نہیں۔"

"اعتبار نہ ہوتا تو تمہیں اپنے ساتھ لاتا ہی کیوں۔" جارج فنلے نے کہا۔ "میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ تم آدھے کے حق دار ہو گے۔ پھر اس پریشانی اور بے صبری کی وجہ۔"

"مُجھے تمہاری نیّت پر شک ہے۔" آرتھر بولا۔

"نہیں ایسا نہ کہنا چاہیے۔" جولیا بولی۔

"یہ کاروباری معاملہ ہے، میں اس میں کسی قسم کے تکلّف یا اخلاق کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔"

"تم آخر کیا چاہتے ہو۔" جارج گرم ہو کر بولا۔

"مورتی کا مکمل راز۔۔۔!"

"ناممکن ہے۔۔۔ میں ابھی نہیں بتا سکتا۔" جارج بولا۔

"آخر کیوں۔۔۔؟"

"میری مرضی۔۔۔!"

"تو اِس کا مطلب ہے کہ میں یہیں سے واپس ہو جاؤں۔" آرتھر نے کہا۔

"تمہاری مرضی۔"

"لیکن اس کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔" آرتھر نے کہا۔

"پاپا۔۔۔ آپ آخر بتا کیوں نہیں دیتے۔۔۔ یہاں بیچ راستے میں جھگڑا کرنے سے

کیا فائدہ۔" جولیا بولی۔

"تُم اِن باتوں کو نہیں سمجھ سکتیں۔" جارج نے تیز لہجے میں کہا۔ جولیا خاموش ہو گئی۔

"خیر دیکھا جائے گا۔۔۔!" آرتھر نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"تو تُم کیا واقعی واپس چلے جاؤ گے۔" جولیا نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔۔۔!"

"تب تو ہمیں بھی لوٹ جانا پڑے گا۔" جولیا مایوسانہ انداز میں بولی۔

"نہیں اپنا سفر جاری رکھیں گے۔" جارج کڑے لہجہ میں بولا۔ "نقشہ میں اچھی طرح سمجھ چُکا ہوں۔۔۔ اب مُجھے راستہ پانے میں کوئی دشواری نہ ہو گی۔"

اِس پر آرتھر طنزیہ انداز میں ہنس پڑا۔

"نقشے پر بھروسہ مت کرو جارج۔۔۔!" آرتھر اپنے مخصوص طنزیہ لہجے میں

بولا۔ ”اِن راہوں میں اچھے اچھے بھٹک جاتے ہیں۔“

”پرواہ مت کرو۔۔۔!“ جارج لاپروائی سے بولا۔

”میں کہتی ہوں، آخر جھگڑے سے کیا فائدہ۔“ جولیا گھبرائے ہوئے لہجہ میں بولی۔

”یہ اپنے باپ ہی سے پوچھو۔“ آرتھر نے شانے ہلا کر کہا۔

”پاپا۔۔۔!“ جولیا بولی۔

”تُم آخر پریشان کیوں ہوتی ہو۔“ جارج بولا۔ ”آرتھر کو شاید یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ میں اس کے بغیر آگے نہ بڑھ سکوں گا۔“

”آگے کیا تم آگے سے بھی بڑھ سکو گے۔۔۔ مگر۔۔۔؟“

”مُجھے جو کُچھ کہنا تھا کہہ چکا۔“ جارج آرتھر کی بات کاٹ کر بولا۔ ”اگر مُجھ پر اعتماد کر سکتے ہو تو کرو ورنہ میں تمہاری واپسی کا انتظام کر سکتا ہوں۔“

"جی شکریہ۔۔۔ مُجھے کسی انتظام کی ضرورت نہیں۔ میں واپس چلا جاؤں گا۔"
آرتھر نے کہا اور خیمے سے نکل گیا۔ فریدی آگے بڑھ گیا۔

"چائے۔۔۔؟" آرتھر نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ "تمہیں اب یہاں سے چائے نہیں ملے گی۔"

"کیوں صاحب۔"

"یہ دونوں بہت بد دماغ ہیں، انہوں نے کہہ دیا ہے کہ کوئی گندا پہاڑی ان کے خیمے کے قریب نہ آنے پائے۔" آرتھر نے کہا۔

فریدی اس کی چال بازی پر دِل ہی دِل میں ہنس پڑا۔

"اچھا صاحب۔۔۔!" اس نے مردہ آواز میں کہا۔

"لیکن میں تمہیں چائے کا سامان دوں۔" آرتھر نے کہا۔ "چلو میرے خیمے میں، میں بہادروں کا قدردان ہوں۔"

آرتھر اپنے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے فریدی کی طرف مڑا۔ ”کیا تم جانتے ہو کہ تم لوگ کہاں جارہے ہو۔“ اس نے فریدی سے پوچھا۔

”نہیں صاحب۔“

”پھر تُم کیوں چل پڑے تھے۔“ آرتھر نے پوچھا۔ ”اگر ہم تمہیں کسی مصیبت میں پھنسادیں تو۔“

”مصیبت کے تو ہم کیڑے ہیں صاحب۔“ فریدی ہنس کر بولا۔۔ ”ہمیں معقول اُجرت ملنی چاہیے۔ پھر ہمیں آپ جہنّم ہی میں کیوں نہ جھونک دیں۔“

”کبھی کچنار کے جنگلوں کا نام سُنا ہے۔“ آرتھر نے پوچھا۔

”ہاں صاحب۔۔۔!“

”ہم لوگ وہیں جارہے ہیں۔“

”ارے۔۔۔!“ فریدی اچھل پڑا۔ پھر وہ حیرت آمیز نظروں سے آرتھر کو

گھورنے لگا۔

”شاید آپ اس علاقہ کے حالات سے واقف نہیں۔“ فریدی پھر بولا۔

”ہم سب کُچھ اچھی طرح جانتے ہیں۔“ آرتھر نے کہا۔

”پھر مُجھے کہنا پڑے گا کہ آپ جان بوجھ کر موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

آرتھر ہنسنے لگا۔

”آپ شاید مذاق سمجھ رہے ہیں۔“

”نہیں میں سب کُچھ جانتا ہوں۔“ آرتھر بولا۔

”پھر۔۔۔؟“ فریدی نے استفہامیہ انداز میں کہا۔

”تم خود سوچو۔“ آرتھر نے ہنس کر کہا۔ ”وہ کون سی ایسی چیز ہو سکتی ہے جس کے لیے آدمی جان کی بازی لگا سکتا ہے۔“

”بھلا میں کیا جانوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”آپ کی قوم کے لوگ تو محض نام کی خاطر برفیلی چوٹیوں پر جان دے دیتے ہیں۔“

آرتھر ہنسنے لگا۔

”یہاں یہ بات نہیں۔“ آرتھر نے سنجیدگی سے کہا۔ ”ہم لوگ ایک خزانہ کی تلاش میں نکلے ہیں۔“

”اوہ۔۔۔!“ فریدی نے اس طرح کہا جیسے اس کی نظروں میں اس کی کوئی وقعت ہی نہ ہو۔ ”ہاں افریقہ میں بھی میں نے کئی انگریزوں کو دیکھا ہے، جو فرضی خزانوں کے چکر میں خاک چھانا کرتے تھے۔“

”لیکن کچنار کے جنگلوں میں حقیقتاً ایک بڑا خزانہ ہے۔“ آرتھر بولا۔

”ہو گا صاحب۔۔۔ ہمیں اس سے کیا، ہمیں تو اپنی اجرت سے کام ہے۔ مگر معاملہ ہے خطرناک، اگر مزدوروں کو معلوم ہو گیا تو وہ یہیں سے لوٹ جائیں گے۔ وہ لوگ تو یہی سمجھے بیٹھے ہیں کہ آپ ادھر محض سیر و شکار کے لیے آئے

ہیں۔"

"لیکن میں انہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔" آرتھر نے کہا۔ "ایسا کرنا انسانیت کا خون کرنا ہو گا۔"

"آپ جانیے، جو بات تھی میں نے بتادی۔"

"میرے ساتھی کی نیّت خراب ہو گئی ہے۔ آرتھر کُچھ سوچتا ہوا بولا۔ "شاید تمہیں تمہاری پوری اجرت بھی نہ دے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" فریدی نے کہا۔

"اس کا ارادہ ہے کہ وہ تمہیں دریائے نامتی کے اسی پار چھوڑ دے، کھانے کا سامان کم ہوتا جارہا ہے۔ فرض کرو اگر اس نے تمہیں معقول اجرت دے بھی دی تو کیا تم ان پہاڑیوں میں روپیہ چباؤ گے، وہ تمہیں اناج کا ایک دانہ بھی نہ دے گا۔"

"یہ تو بہت بُری بات ہے صاحب۔" فریدی نے کہا۔

"میں بھی اُس کی اِس کمینی حرکت سے خوش نہیں ہوں۔" آرتھر نے کہا۔ "خیر میں اسے ایسی سزا دوں گا کہ وہ عمر بھر یاد رکھے گا۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آرتھر کی چالوں پر غور کر رہا تھا۔

"دریائے نامتی پار کرتے ہی وہ مُجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" آرتھر بولا۔

"کیوں۔۔۔!" فریدی نے چونک کر پوچھا۔

"تاکہ پورا خزانہ ہضم کر سکے۔"

"لیکن یہ آپ کو معلوم کیسے ہوا۔۔۔؟"

"باپ بیٹی میں اس کے متعلّق مشورہ ہو رہا تھا۔" آرتھر نے جواب دیا۔

"تب تو واقعی آپ کو ہوشیار رہنا چاہیے۔" فریدی بولا۔

"سنو میں نے ایک تدبیر سوچی ہے۔" آرتھر نے کہا۔

"کیا۔۔۔!"

"ہم کھانے پینے کا ضروری سامان لے کر رات ہی کو یہاں سے چل دیں۔"

"ان دونوں کو یہاں تنہا چھوڑ دیا جائے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔!"

"اور مزدور۔۔۔؟"

"انہیں میں ٹھیک کر لوں گا۔" آرتھر نے کہا۔

"مگر صاحب۔"

"کُچھ نہیں۔۔۔ میں یہ طے کر چکا ہوں۔" آرتھر بولا۔ "بے ایمانوں کو بے ایمانی سے پہلے مزہ چکھا دینا زیادہ اچھا ہے۔۔۔ اگر تم میرے ساتھ چلو گے تو مالا مال کر دوں گا۔"

فریدی کُچھ دیر تک چپ رہا۔

"یہ تو آپ نے دیکھ لیا کہ میں اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہوں۔" فریدی نے

کہا۔ ”آپ آیئے معاملہ کی بات کی طرف۔۔۔ مُجھے آپ کیا دیں گے۔“

”جو تم مانگو۔۔۔!“ آرتھر بولا۔

”خزانے کا چوتھائی۔۔۔!“ فریدی نے کہا۔

”منظور۔“

”بہت اچھا اور اگر آپ نے دھوکا دیا تو نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔“

”تُم مطمئن رہو۔۔۔ میں ایماندار آدمی ہوں۔“ آرتھر نے کہا۔ ”اچھا اب میں جا کر مزدوروں سے معاملہ طے کرتا ہوں۔“

آرتھر چلا گیا اور فریدی چائے کا سامان لے کر حمید کے پاس آیا۔ اس نے سارا واقعہ حمید سے بتا دیا۔

”تو پھر اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔“

”مُجھے بوڑھے جارج سے ہمدردی ہے۔“

”اور اس کی لڑکی سے؟“ حمید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”بکو مت۔۔۔ بہت جلد ہمیں کُچھ کرنا ہے۔“ فریدی نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

”تو بتایئے نا کرنا کیا ہے۔“

”جیسے ہی تم یہ سمجھو کہ سب سو گئے ہیں اپنا ضروری سامان لے کر یہاں سے چل دینا، ابھی میں تمہیں وہ جگہ بتا دوں گا جہاں تمہیں چھپنا ہے۔“

”اور آپ۔۔۔!“

”میں مناسب وقت پر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔“

وقت گزرتا گیا۔ آہستہ آہستہ چاروں طرف خاموشی چھاگئی۔ حمید اپنا اور فریدی کا سامان لے کر بتائے ہوئے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ یہ ایک غار تھا جس پر کئی چٹانیں سایہ کئے ہوئے تھیں۔ حمید سمٹا سمٹایا بیٹھا رہا۔ تقریباً دو تین گھنٹے کے بعد اسے آہٹ سُنائی دی۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ قریب ہی سے قافلہ گزر رہا تھا۔ یہ سب بہت احتیاط سے جا رہے تھے۔ شاید انہوں نے اپنے جوتے اُتار دیئے تھے

اور خچروں کے سموں پر کپڑے لپیٹ دیئے تھے تاکہ آواز نہ پیدا ہو سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد سنّاٹا چھا گیا۔ حمید کی پلکیں بوجھل ہوتی جا رہی تھیں۔ جلد ہی اس پر نیند نے غلبہ پا لیا۔

اُس کی آنکھ اس وقت کھلی جب فریدی نے اسے جھنجھوڑ کر جگایا۔ سورج نکل آیا تھا، بھیگی بھیگی سی سرخ شعاعیں چٹانوں پر پھیلی ہوئی تھیں۔

"آرتھر سب مزدوروں کو ساتھ لے گیا۔" فریدی نے کہا۔

"اور وہ دونوں۔۔۔!" حمید نے جلدی سے کہا۔

"حیران حیران چاروں طرف دیکھ رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "آؤ چل کر انہیں دلاسہ دیں۔" جارج اور جولیا اپنے خیمے میں اس طرح اداس اور پریشان بیٹھے تھے جیسے اپنے کسی عزیز کو دفن کر کے آئے ہوں۔۔۔ حمید اور فریدی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر دونوں اچھل پڑے۔

"ہوشیار ہو جاؤ۔۔۔ جولیا۔" جارج بولا۔ "مُجھے اس میں بھی آرتھر کی کوئی چال

معلوم ہوتی ہے۔"

"مگر ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔" جولیا نے کہا۔ "اُس کمینے نے تو ہمارے پاس ایک پستول بھی نہیں رہنے دیا۔"

فریدی اور حمید خیمے میں داخل ہو چکے تھے۔ جارج کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان دونوں کے حملے کا منتظر ہو۔ فریدی نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جارج لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ فریدی نے جیب سے پیتل کی مورتی اور راستے کا نقشہ نکال کر جارج کی طرف بڑھا دیا۔ باپ اور بیٹی حیرت زدہ نظروں سے دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جارج نے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے مورتی پکڑ لی۔

"جولیا۔۔۔ یہ واقعی سچّا بہادر ہے۔" جارج بے اختیّار بولا۔ "کاش یہ ہماری زبان سمجھ سکتا۔"

تھوڑی دیر بعد فریدی جارج کو اُن چٹانوں کے درمیان لے گیا جہاں اس نے

کھانے پینے کا کثیر سامان اور کُچھ اسلحہ چھپا کر رکھ دیا تھا۔ اس نے یہ کام اسی وقت شروع کر دیا تھا جب آرتھر اُسے سمجھا بجھا کر دوسرے مزدوروں کو ورغلانے چلا گیا تھا۔ اور اس کے بعد سے وہ سائے کی طرح آرتھر کے پیچھے لگا رہا تھا۔ جب آرتھر مورتی اور راستے کا نقشہ چرانے کے لیے جارج کے خیمے میں گھُسا تھا اس وقت بھی فریدی تھوڑے ہی فاصلے پر چھپا ہوا تھا اور اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ آرتھر نے مورتی چرائی اور اپنے خیمے میں لے آیا اور اسے اپنے سوٹ کیس میں رکھ کر پھر مزدوروں کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی نے وہ مورتی اور نقشہ اس کے سوٹ کیس سے اُڑا دیا۔ اس نے جارج کو سارے واقعات اشاروں میں سمجھانے کی کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔

اور پھر اس ویرانے میں ان کے درمیان سے رنگ و نسل کی دیوار ہٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد جولیا اپنے کپوں میں چائے پیش کر رہی تھی۔

فریدی نے اشاروں ہی اشاروں میں جارج کو سمجھایا کہ اس حادثے سے دل شکستہ ہو کر اُسے پیچھے نہ لوٹ جانا چاہیے اس نے اسے اطمینان دلایا کہ وہ آخیر وقت تک اس کا ساتھ دیتا رہے گا۔ اس پر جارج نے جولیا سے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ آرتھر نے اسے سب کُچھ بتا دیا ہے۔''

''ہو سکتا ہے۔۔۔!'' جولیا بولی۔ ''لیکن یہ آرتھر سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔''

''کاش یہ ہماری زبان سمجھ سکتا۔'' جارج ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

قریب تھا کہ حمید کُچھ بول پڑے۔۔۔ فریدی نے اسے گھور کر دیکھا۔

پہاڑوں کی ملکہ

سفر جاری رہا۔ فریدی کو راستے میں آر تھر سے مُڈ بھیڑ ہو جانے کی توقع تھی۔ اس لیے اس نے راستہ ہی بدل دیا تھا۔ وہ سیدھا جانے کی بجائے پہاڑی علاقے میں داخل ہو گیا اور درمیان میں چھوٹے چھوٹے گاؤں سے گزرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہ دراصل دریائے نامتی کی ایک چھوٹی سی شاخ ستیل ندی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ تقریباً پینتالیس میل کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ لوگ ستیل ندی کے کنارے پہنچ گئے۔ یہاں سے انہوں نے کنارے ہی کنارے مغرب کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ادھر انہیں بعض اوقات بہت ہی دشوار گزار راستوں سے

گزرنا پڑتا تھا۔ کبھی کبھی تو ایسا ہی ہوتا کہ جولیا تھک کر بیٹھ جاتی۔ فریدی کو اُسے اپنی پیٹھ پر اُٹھانا پڑتا۔ حمید دیکھتا اور دِل ہی دِل میں پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا۔ اُن راستوں کے لیے خچر قطعی بے کار ثابت ہوئے تھے۔ اس لیے انہیں راستے ہی میں چھوڑ دینا پڑا۔ خچروں کے ساتھ ہی بہت سا سامان جس میں خیمے بھی شامل تھے ایک غار میں ڈال دیا گیا۔ خورد و نوش کا تھوڑا بہت سامان اور رائفلیں وغیرہ وہ لوگ اپنے کاندھوں پر لاد کر چل رہے تھے۔ سب کُچھ چھوڑ دیا گیا۔ لیکن فریدی کے تمباکو کا گٹھڑا اب تک اس کی پیٹھ پر بندھا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ خورد و نوش کا سامان بھی ختم ہو گیا۔ لیکن انہیں اس کی پرواہ نہ تھی کیونکہ وہ اب جس خطے سے گزر رہے تھے وہاں بکثرت آبی پرندے اور جنگلی پھل ملتے تھے۔ جولیا بہت نڈھال ہو گئی تھی اس کے سرخ سپید چہرے پر ہلکی سی نیلاہٹ دوڑ گئی تھی۔ کبھی کبھی وہ اپنی زندگی سے نااُمّید ہو جاتی اور جارج اسے ہمّت دِلانے لگتا۔ اس نے اسے شروع ہی سے اس سفر سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن سیر و تفریح کے لالچ میں جولیا نے اس کا کہنا نہ مانا۔ وہ دراصل رائیڈر ہیگرڈ کے ناولوں

اور کارناموں سے بھرپور فلموں کی ماری ہوئی تھی اور خزانے سے زیادہ رومان کی تلاش میں آئی تھی۔

آرتھر کے جانے کے ٹھیک بیسویں دِن بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں ستیل ندی دریائے نامتی سے مل گئی تھی۔ اب انہوں نے مشرق کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ راستے میں اسے وہ پہاڑی مزدور دکھائی دیئے جو آرتھر کے ساتھ چُپکے سے چلے آئے تھے۔ فریدی نے جارج وغیرہ کو چھُپ جانے کا اشارہ کیا اور خود اُونچی نیچی چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا آگے بڑھا۔ تقریباً سو فٹ کی گہرائی میں ایک ننّھی سی وادی تھی جس میں انہوں نے خیم گاڑ دیئے تھے۔ فریدی چٹانوں کی آڑ لے کر نیچے اُترنے لگا۔

بہرحال اس کی چھان بین کا خلاصہ یہ ہے کہ آرتھر ان پہاڑیوں میں نہیں تھا۔ فریدی وہیں چھپا بیٹھا رہا۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ آہستہ آہستہ تاریکی کی چادر حدِ نظر تک پھیلی ہوئی پہاڑیوں پر پھیلتی جا رہی تھی۔ دفعتاً ایک مزدور اس کی طرف آ نکلا جہاں فریدی چھپا ہوا تھا۔ وہ اچانک اس پر ٹوٹ پڑا۔ فریدی دراصل یہ

معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آرتھر کہاں ہے وہ مزدوروں کو لے کر دریا کے پار گیا تھا پھر واپس نہیں آیا۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ مزدور فریدی کو پہچان نہ سکا۔ فریدی نے اس سے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس چلا جائے ورنہ کسی نہ کسی حادثہ کا شکار ہو جانے کے امکانات ہیں۔ مزدور کو چھوڑ کر فریدی جارج وغیرہ کے پاس واپس آ گیا اور پھر ان لوگوں نے تاریکی میں دریا کے کنارے کنارے چلنا شروع کیا۔ فریدی سوچ رہا تھا کہ وہ جارج کو آرتھر کی گمشدگی کا حال کس طرح بتائے، اب خود اسے اپنے گونگے پن سے الجھن ہونے لگتی تھی۔

بہر حال ایک جگہ رک کر فریدی نے دریا کی طرف اشارہ کیا کہ اب ہمیں پار چلنا چاہیے۔ جارج نے ایک تہہ کی ہوئی ربڑ کی کشتی نکالی اور اس میں سائیکل کے پمپ سے ہوا بھرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کشتی پانی میں تیرنے کے قابل ہو گئی۔ یہ اتنی بڑی تھی کہ اس پر دس آدمی نہایت آسانی سے بیٹھ سکتے تھے۔

کشتی میں بیٹھتے وقت حمید کا دِل زور سے دھڑکا۔ وہ راستے بھر فریدی سے کچنار کے جنگلوں میں بسنے والی قوم کی درندگی کے واقعات سُنتا آیا تھا۔ فریدی نے پتوار

ہاتھ میں لیے کشتی کھینے لگا۔

رات حد درجہ تاریک تھی۔ آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ابھی تھوڑی دیر میں بارش ہو جائے گی۔ فریدی جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگا۔

ایک گھنٹے کی مشقت کے بعد وہ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ دریا کا پاٹ دو میل سے کسی طرح کم نہ رہا ہو گا۔ کنارے پر پہنچ کر جارج نے کشتی کی ہوا نکالی۔ پھر اسے تہہ کر کے کاندھے پر ڈال لیا۔ رات گزارنے کے لیے انہوں نے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا جو چاروں طرف چٹانوں سے گھِری ہوئی تھی اور اِن چٹانوں پر کانٹے دار جھاڑیاں تھیں۔ فریدی نے پروگرام بنایا تھا وہ سب باری باری سوتے جاگتے رہیں گے، لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ دِن بھر کے تھکے ماندے جب لیٹے تو کوئی بھی اپنی بند ہوتی ہوئی آنکھوں کو نہ روک سکا۔

اور پھر جب صُبح ان کی آنکھ کھلی تو ان کے سینوں پر جنگلیوں کے نیزوں کی انیاں

رکھی ہوئی تھیں۔ جولیا تو بے ہوش ہو گئی۔ یہ سب انتہائی کریہہ المنظر تھے اور انہوں نے اپنی گردنوں میں انسانی کھوپڑیوں کی مالائیں لٹکا رکھی تھیں۔ اُن کے ساتھ ایک دراز قد آدمی تھا۔ جو ان کے مقابلے میں کُچھ مہذّب معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ریشمی کپڑے کی ایک رنگین قبا پہن رکھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں وحشیانہ پن بھی نہیں تھا، جو اس کے دوسرے مسلح ساتھیوں کی آنکھوں میں تھا۔ اس کی وضع قطع دیکھ کر فریدی کو تبت کے بدھ فقیر یاد آگئے۔ اس نے فریدی وغیرہ کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

یہ سب ایک طرف چل پڑے۔ جنگلیوں نے انہیں حلقے میں لے لیا۔ گویا وہ قیدی تھے۔

سورج سر پر آگیا تھا۔ وہ چلتے رہے۔ جولیا کی حالت غیر تھی۔ وہ قدم قدم پر لڑکھڑا جاتی تھی۔ آخر فریدی نے اسے پیٹھ پر لاد لیا۔ وہ اپنا ڈنڈا ٹیک کر لنگڑاتا ہوا چل رہا تھا۔

خُدا خُدا کر کے وہ تقریباً دو بجے ایک بستی میں پہنچے۔ یہاں بے شمار جھونپڑے تھے۔ لیکن ان کی تعمیر میں ایک خاص سلیقے کو دخل تھا۔ یہاں کے رہنے والے اگر مہذّب نہیں تو نیم مہذّب ضرور تھے۔ عورتیں رنگین اور خوش نما لبادوں میں ملبوس نظر آئی تھیں اور مزدوروں کا لباس قریب قریب وہی تھا جو فریدی وغیرہ کو گرفتار کرنے والوں کے پیشرو کا تھا۔ بستی کے اندر صاف ستھری سڑکیں تھیں یہ لوگ جدھر سے گزرتے لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی لیکن اس حالت میں بھی ان کی طرف سے کسی قسم کے وحشیانہ پن کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ وہ خاموشی اور حیرت سے اپنی سرزمین میں داخل ہونے والے اجنبیوں کو دیکھتے اور ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگتے۔ ان لوگوں کا رنگ گندمی تھا اور چہروں کی بناوٹ قریب قریب ویسی ہی تھی جیسے تبت کے باشندوں کے چہرے کی ہوتی ہے۔ ان کی آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی اداسی تھی، جو شاید انسانیت اور وحشی پن کی آویزش کا نتیجہ تھی۔

متعدد راستوں سے گزرتے ہوئے یہ لوگ ایک بڑے سے احاطے میں داخل

ہوئے جس کی دیواریں مٹّی کی تھیں لیکن انہیں بھی مختلف رنگوں کی گل کاریوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ یہاں ایک طرف بہت بڑے بڑے بُت نصب تھے جو تعداد میں اٹھارہ تھے۔ دفعتاً فریدی چونک پڑا اور یہی حالت جارج فنلے کی بھی ہوئی۔ ان میں سے ایک بُت بالکل اسی پیتل کی مورتی سے مشابہ تھا۔

''سی جی لا۔۔۔!'' فریدی نے آہستہ سے کہا اور جارج فنلے چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

احاطے کی دیوار کے نیچے تین طرف مسلح آدمی کھڑے تھے۔ یہ لوگ بھی وحشی معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی گردنوں میں کھوپڑی کی ہڈیوں کی مالائیں لٹکا رکھی تھیں۔ سامنے ایک بہت بڑا سائبان تھا جس کے نیچے ایک کافی بلند چبوترے پر چھوٹے چھوٹے کرسی نما تخت پڑے ہوئے تھے۔

اُن لوگوں کے داخل ہوتے ہی ہتھیار بند وحشیوں نے شور مچانا شروع کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا اور سنکھ پھونکنے لگا جس کی آواز سے جولیا ایک بار پھر

چکرا گئی۔ اگر فریدی اُسے سہارا نہ دیتا تو وہ یقیناً گر گئی ہوتی۔

ان لوگوں کو ایک طرف کھڑا کر دیا گیا۔ شور بدستور جاری رہا۔ دفعتاً سائبان کے نیچے سے دو آدمی ہرے رنگ کے لبادے پہنے ہوئے نمودار ہوئے۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کُچھ کہا اور مجمع پر سنّاٹا چھا گیا۔ فریدی وغیرہ کے گرفتار کرنے والوں کا پیشرو آگے بڑھا اور اس نے ان دونوں سے کُچھ کہا وہ دونوں چبوترے سے اُتر کر اُن کے پاس آئے اور فریدی کو گھورنا شروع کیا۔ وہ پلک جھپکائے بغیر انہیں گھور رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُن کی آنکھیں پتھّر کی ہوں۔

پھر ان دونوں نے جارج فنلے کی رائفلوں اور پستولوں پر قبضہ کر لیا اور اس وقت تک ان لوگوں کی جامہ تلاشی لیتے رہے جب تک کہ ایک ایک کارتوس دستیاب نہیں ہو گیا۔ فریدی کی گٹھری بھی ٹٹولی گئی لیکن اس میں تمباکو کے بنڈل اور ایک چھوٹی سی چلم کے علاوہ اور تھا ہی کیا۔

بندوقیں وغیرہ چھِن جانے پر جولیا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جارج اسے دلاسہ

دینے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن خود اس کی حالت غیر ہو رہی تھی اور حمید کے چہرے پر تو زلزلہ سا آگیا تھا۔ کبھی اُس کے ناک کے نتھنے پھڑکنے لگتے تھے کبھی ہونٹ کانپنے لگتے۔ اِس وقت اُس نے فریدی کو قہر آلود نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت ایک عجیب قسم کی بے بسی تھی۔

دفعتاً بہت سی گھنٹیاں بجنے لگیں اور ترہیاں پھونکی جانے لگیں۔ دیوار کے قریب کھڑے ہوئے مسلح وحشی سجدے میں گر گئے۔ سائبان کے پیچھے ایک جلوس دِکھائی دے رہا تھا۔ رنگ برنگ کی قبائیں لہرا رہی تھیں۔ سب سے پہلے ایک مرد اور ایک عورت سائبان کے نیچے آئے۔ مرد آرتھر تھا جس نے اپنے قومی لباس کے بجائے ایک چمکیلا لبادہ پہن رکھا تھا جس میں جا بجا خوش رنگ اور قیمتی پتھّر لٹکے ہوئے تھے۔ عورت غالباً یہاں کی سفید فام ملکہ تھی۔ یہ ایک خوبصورت اور جوان العمر عورت تھی۔ اس کے سر پر سیاہ رنگ کی لکڑی کا ایک تاج تھا جس کی چوٹی پر ایک بڑا سا ہیرا نصب تھا۔ وہ دونوں بیٹھ گئے۔ ان کے ساتھ کے لوگ جو شاید درباری تھے ان کے پیچھے پڑی ہوئی چوکیوں پر بیٹھ گئے۔

”اوہ جارج فنلے۔“ آرتھر طنزیہ انداز میں بولا۔ ”مُجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔“ پھر وہ فریدی کی طرف مخاطب ہو کر پہاڑی زبان میں بولا۔

”اور تم دغاباز تم سے تو اچھی طرح سمجھوں گا۔“

”لیکن بزدلوں کی طرح نہیں۔ میں تمہیں بہادر سمجھتا ہوں۔“ فریدی نے مُسکرا کر کہا۔

”جارج۔۔۔ میں یہاں کی ملکہ کا شوہر ہوں۔ کل ہی ہماری شادی ہوئی ہے۔“ آرتھر نے ہنس کر کہا۔

”اور کل ہی تم اس کے ساتھ دفن کر دیئے جاؤ گے۔“ جارج طنزیہ انداز میں بولا۔ ”اور کل کا حال کون جانے، ممکن ہے کل میں قدرتی موت مر جاؤں۔“ آرتھر ہنس کر بولا۔ ”مُجھے خوشی ہے کہ دنیا کی حسین ترین عورت میری بیوی ہے۔ یہ جنگلی پھول جس میں خوشبو بھی ہے اور رنگ بھی۔“

”کیا یہ انگریزی بول سکتی ہے۔“ جولیا نے بے ساختہ پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ لیکن اتنی لاطینی جانتی ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ زبان شاید شروع سے یہاں کی ملکائیں ایک دوسری کو سکھاتی آئی ہیں۔" آرتھر نے کہا۔

فریدی کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ وہ لاطینی زبان جانتی ہے۔ فریدی نے سوچا کہ اب بولنا ہی چاہیے ورنہ مفت میں جان جائے گی۔ لاطینی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں وہ اچھا خاصا دخل رکھتا تھا۔

"اے دنیا کی طاقتور ترین ملکہ۔" فریدی نے قدرے جھک کر سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے لاطینی زبان میں کہا۔ "کیا مہمانوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جاتا ہے؟"

آرتھر، جولیا اور جارج فنلے بیک وقت چونک پڑے۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اے سیاہ فام اجنبی۔" ملکہ بولی۔ "ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا شوہر ربہ ارسلاشیہ

کا بیٹا ہم سے تمھیں پہلے ہی مانگ چکا ہے۔"

"خیر اگر سیبجی لا دیوتا کی بیٹی چاہتی ہے کہ ہم اس پر قربان ہو جائیں تو ہمیں کوئی افسوس نہیں۔ ہم اس کے لیے بھی تیّار ہیں۔" فریدی نے کہا۔

قبل اس کے کہ ملکہ کُچھ کہتی آرتھر چیخ پڑا۔

"ارے میری حسین ترین ملکہ۔۔۔ یہ مکّار ہے۔۔۔ غدّار ہے۔۔۔ ان کی باتوں میں نہ آنا۔"

"میں تُم سے وعدہ کر چکی ہوں۔ پورا کروں گی۔" ملکہ نے مُسکرا کر کہا۔ پھر اس نے مسلح وحشیوں سے کُچھ کہا اور آرتھر سے لاطینی زبان میں بولی۔

"یہ ہمارے دیوتا میمون اعظم کی بھینٹ ہیں۔"

آرتھر نے قہقہہ لگایا۔

"لو سنو سر جارج۔۔۔ تم ان لوگوں کے دیوتا بن مانس کی نذر کیئے جاؤ گے۔ تم

نے اتنا خوفناک گوریلا کبھی نہ دیکھا ہو گا۔ وہ دریا کے ایک چھوٹے سے جزیرے میں رہتا ہے۔ مُجھے افسوس ہے کہ اب میں یہاں کے خزانے کا تنہا مالک ہوں۔"

جارج نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اتنے بے درد نہ بنو۔" جولیا بولی۔

"تمہارے باپ نے مُجھے اس پر مجبور کیا ہے۔ اگر وہ مُجھ پر اعتبار کر کے خزانے کا راز بتا دیتا تو یہ نوبت نہ آتی۔"

جولیا لاکھ لاکھ روئی اور گڑگڑائی لیکن آرتھر پر کُچھ اثر نہ ہوا۔ ملکہ نے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ ان لوگوں کی ایک بار پھر تلاشی لی گئی۔

دریا میں ایک بڑی سی کشتی ان کا انتظار کر رہی تھی۔ کھانے پینے کے سامان کے علاوہ ان سے سب کُچھ چھین لیا گیا۔ فالتو چیزوں میں فریدی کی تمباکو کا بنڈل بھی بچ گیا تھا۔

"اُف میرے خدا۔" جارج کشتی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "اب۔۔۔ سچ مچ ہماری

موت ہی آ گئی ہے۔"

"آپ آخر اتنا مایوس کیوں ہو گئے ہیں۔" جولیا بولی۔

"سر ہنری نے اپنے سفر نامے میں اس گوریلے کے متعلّق بھی لکھا ہے۔" جارج بولا۔

"وہ انتہائی خوفناک اور خونخوار ہے اور ہمارے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں جس سے اپنی حفاظت کر سکیں گے۔"

ناؤ چل پڑی۔۔۔ آگے چل کر دریائے نامتی ایک جگہ دو شاخوں میں بٹ گیا اور درمیان میں زمیں کا ایک حصّہ ایک جزیرے کی شکل میں ابھر آیا تھا۔ اس کا طول و عرض تقریباً دو میل رہا ہو گا۔

وہ چاروں اس جزیرے میں چھوڑ دیئے گئے۔ کشتی واپس جا چکی تھی۔ یہاں چاروں طرف گھنے جنگل تھے۔ فریدی نے سب کو دریا کے اُونچے کنارے سے نشیب میں اتار دیا۔ پھر وہ سب ایک جگہ بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے۔

فریدی نے اپنی پیٹھ پر بندھا ہوا تمبا کو کا گٹھڑا اُتارا۔ دو تین پتے مل کر چلم میں رکھے اور تمبا کو جلا کر اطمینان سے کش لینے لگا۔

گوریلا

"اس شخص کا اطمینان دیکھ کر مُجھے حیرت ہوتی ہے۔" جارج نے جولیا سے کہا۔

"ہاں۔۔۔ لیکن۔۔۔ کیا یہ اس درندے کا مقابلہ کر سکے گا۔" جولیا نے کہا۔

"ارادہ تو یہی ہے مس جولیا۔" فریدی مُسکرا کر انگریزی میں بولا۔

جارج اور جولیا دونوں اُچھل پڑے۔

"اوہ تم انگریزی بول سکتے ہو۔" جارج متحیّر ہو کر بولا۔ "تو پھر تم اتنے دِنوں تک گونگے کیوں بنے رہے۔"

"مصلحت۔۔۔!" فریدی نے مُسکرا کر کہا۔ "اگر میں ایسا نہ کرتا تو یہاں تک پہنچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"تو گویا تم شروع ہی سے ہمارے مقصد سے واقف تھے۔" جولیا نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"لیکن تُم کون ہو۔۔۔؟" جارج نے پوچھا۔

"ایک مشرقی آدمی۔" فریدی نے جواب دیا۔

"تو کیا تم انہیں لوگوں میں سے ہو جو ایک عرصے سے اس مورتی کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"نہیں۔۔۔! آخر تم پریشان کیوں ہو گئے ہو۔" فریدی نے کہا۔ "میں تمہارا دُشمن نہیں ہوں۔ مُجھے تو اب آرتھر سے سمجھنا ہے۔"

"تو کیا ہم اِس جزیرے سے زندہ واپس جا سکیں گے۔" جولیا نے یاس آمیز لہجے

میں کہا۔

"خدا کی ذات سے تو یہی اُمّید ہے۔" فریدی نے کہا۔

"مس جولیا۔۔۔ اس کی باتوں میں نہ آنا۔ دنیا میں اِس سے بڑا مکّار مِلنا مشکل ہے۔" حمید بے ساختہ بولا۔

"ارے۔۔۔!" جولیا اچھل کر بولی۔ "اب اس گونگے نے بھی انگریزی بولنی شروع کر دی۔"

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔" حمید بولا۔

"جولیا اب ہمیں سچ مچ مرنے کے لیے تیّار ہو جانا چاہیے۔" جارج نے کہا۔

"تم خواہ مخواہ ڈر رہے ہو سر جارج۔" فریدی بولا۔ "میری صرف آرتھر سے دُشمنی ہے۔ اس نے میرے سب سے خوبصورت کُتّے کو اپنے السیشین سے مروا ڈالا تھا۔"

"ارے تم تو وہی ہو۔" جولیا ایک بار پھر اُچھل پڑی۔ "مگر نہیں۔ جھوٹ کہتے ہو۔ وہ ایک مہذّب آدمی تھا، جوان اور خوبصورت۔"

"میں وہی ہوں، ابھی تھوڑی دیر میں تم مُجھے پہچان لو گی۔"

"خیر چھوڑو اِن باتوں کو۔" جارج بولا۔ "اگر تم واقعی میرے دوست ہو تو اس درندے سے جان بچانے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"میں اسے اپنی رائفل کا نشانہ بنانے کی کوشش کروں گا۔" فریدی نے کہا۔

"رائفل۔۔۔!" جارج متحیّر ہو کر بولا۔ "اب تمہارے پاس کون سی رائفل ہے۔ شاید موت کے خوف سے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

حمید کو بھی حیرت ہو رہی تھی کہ آخر یہ رائفل کہاں سے ٹپک پڑی۔

رائفل کوئی بالشت بھر کی چیز تو نہیں ہوتی کہ فریدی نے اسے اپنے گھیر دار خاکی شلوار کے نیفے میں اُڑس لیا ہو۔

”نہیں سر جارج! میں قطعی صحیح الدّماغ ہوں۔“ فریدی نے کہا اور اپنے بانس کے موٹے ڈنڈے کو بیچ سے پھاڑ دیا۔ رائفل کی ایک پتلی سی نال ڈنڈے کے اندر سے نکل کر زمیں پر ِگر پڑی۔

حمید نے قہقہہ لگایا۔ جولیا اور سر جارج حیرت سے فریدی کی صورت دیکھ رہے تھے۔

اب فریدی نے تمباکو کا بنڈل کھولنا شروع کیا۔ اس میں سے رائفل کا کندہ اور بے شمار کارتوسوں کا پیکٹ بر آمد ہوا۔ اس نے دیکھتے ہی دیکھتے رائفل فٹ کر لی۔

”یہ دیکھو سر جارج۔۔۔ یہ ایک انتہائی طاقتور اور بے آواز رائفل ہے۔ اس سے میں ایک ہاتھی کا بھیجا آسانی سے پھاڑ سکتا ہوں۔“ فریدی نے رائفل جارج کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا۔

”آدمی ہو یا بھُوت۔“ جارج ہنس کر بولا۔ ”میں نے تم جیسا دلیر اور عقل مند آدمی آج تک نہیں دیکھا۔“ گرفتار ہونے کے بعد پہلی بار سر جارج کے ہونٹوں

پر ہنسی آئی تھی۔

"کیا تم سچ مچ وہی ہو جس نے اپنے نشانہ سے آرتھر کا پستول اڑا دیا تھا۔" جولیا بے ساختہ بولی۔

"جی ہاں۔۔۔ یہ وہی ہے۔" حمید نے بے دلی سے کہا۔ "آخر مُجھ سے بھی تو کُچھ پوچھو۔" حمید نے اس طرح کہا کہ جولیا بے ساختہ ہنس پڑی۔

"اچھا تو تم ہی بتاؤ۔"

"میں سارجنٹ حمید ہوں۔۔۔ اور۔۔۔! یعنی کہ میں اس نالائق آدمی کا لائق اسسٹنٹ ہوں۔" حمید نے فریدی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"صاف صاف بتاؤ آخر مُجھے پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔" جارج نے زِچ ہو کر کہا۔

"تو سنو مسٹر جارج۔۔۔ یہ وہ آدمی ہے جسے تمہارے اسکاٹ لینڈ یارڈ کا جاسوس چیف انسپکٹر براؤن اپنا اُستاد مانتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے تمہارے ملک کے

بین الاقوامی بلیک میلر لیونارڈ کو چٹکی بجاتے پکڑ لیا تھا۔۔۔ کیا سمجھے۔"

"اوہ۔۔۔ تو یہ۔۔۔ وہ فراڈی ہے۔"

"فراڈی نہیں۔۔۔ فریدی۔" حمید نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ فریدی۔" سر جارج جوش کا اظہار کرتا ہوا بولا۔ اور پھر فریدی کا ہاتھ دبا کر کہنے لگا۔ "مسٹر فریدی مُجھے خوشی ہے کہ تم سے ان حالات میں ملاقات ہوئی۔۔۔ سنو جولیا یہ ایشیا کا سب سے بڑا کم سِن جاسوس انسپکٹر فریدی ہے۔ لیکن تم میرے ساتھ آئے کیوں۔"

"مورتی کا راز معلوم کرنے کے لیے۔ میں نے اپنے دوست انسپکٹر براؤن سے اس کے متعلّق سُنا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن افسوس کہ ان کم بختوں نے مورتی مُجھ سے چھین لی۔" سر جارج نے غم آلود لہجے میں کہا۔

"پرواہ نہ کرو۔" فریدی نے کہا۔ "میں نے اُسی رات کو مورتی کا معمہ حل کر لیا تھا

جب آرتھر نے اُسے چرایا تھا۔"

"یعنی۔۔۔!" سر جارج نے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"پہلے تم بتاؤ کہ یہ مورتی تمھیں کہاں ملی تھی۔" فریدی نے کہا۔

سر جارج کُچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک بہت ہی خوفناک چیخ سُنائی دی۔ جولیا سہم کر جارج سے لپٹ گئی۔

"یہ وہی درندہ معلوم ہوتا ہے۔" سر جارج آہستہ سے بولا۔

"ہم لوگوں کی بُو پا کر آ رہا ہے۔" فریدی نے کہا اور رائفل کی میگزین میں کارتوس ڈالنے لگا۔ وہ غار کے دہانے پر آ کر باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ باہر سنّاٹا تھا۔ سورج آہستہ آہستہ مغرب کی طرف جھُک رہا تھا۔ شام کی زرد شعاعیں ہرے بھرے درختوں کی چوٹیوں پر لرز رہی تھیں۔ بقیہ لوگ بھی غار کے دہانے پر آ گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہی چیخ پھر سُنائی دی۔ لیکن اس بار آواز کہیں دُور سے آئی تھی اور

اِس کے بعد وہ لحظہ بہ لحظہ دور ہی ہوتی گئی پھر سکوت چھا گیا۔

"ہاں تو پھر جارج وہ مورتی۔" فریدی نے کہا۔

"وہ مورتی میرے خاندان کے ایک بزرگ سر ہنری کی ملکیت تھی۔ اب سے تین سو برس پیشتر وہ اس جنگل میں اسی قوم کے چکر میں پھنس گئے تھے اور ملکۂ وقت کے ساتھ اُن کی شادی بھی کر دی گئی تھی۔ تقریباً چھ ماہ تک سر ہنری یہاں ملکہ کے ساتھ رہے۔ میرا خیال ہے کہ موجودہ ملکہ انہیں کی اولاد میں سے ہے۔"

"تو تم سر ہنری کے خاندان سے واقف ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔!" سر جارج بولا۔ "وہ اس مورتی کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ انہیں کی زندگی میں اس کی کافی شہرت ہوئی تھی اور انہیں کی زندگی میں ایک بار چرائی بھی گئی تھی۔ متعدد بار یہ میرے قبضے سے بھی نکل چکی ہے۔ کئی بار لوگوں نے اس کا معمّہ حل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ خود میں بھی برسوں

اسے حل کرنے میں پریشان رہا اور آخر مُجھے سر ہنری کی ایک تحریری سے مدد ملی۔"

"ٹھہریئے۔۔۔!" فریدی بولا۔ "اب مُجھے کہنے دیجیے۔۔۔ دیکھیے میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ ٹھیک ہے یا نہیں۔"

"ہاں ہاں کہو۔" سر جارج مُسکرا کر بولا۔

"سینگ۔۔۔!" فریدی نے کہا۔ "صرف سینگ۔۔۔ اُس بُت کے ماتھے پر نکلے ہوئے سینگ کو توڑنا ہے، لیکن مُجھے کسی خزانے کی توقع نہیں ہے۔"

"تمہیں اس کا پتہ کیسے لگا۔" سر جارج نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"نہایت آسانی سے۔۔۔ یہ کوئی ایسی مشکل چیز نہ تھی۔" فریدی نے کہا۔ "مورتی کے مختلف حصّوں پر کُچھ حروف کندہ تھے، جو بظاہر ان کے اعضاء کے ناموں کے پہلے حروف معلوم ہوتے تھے، لیکن اُن حروف کے کندہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جب کہ ایک بچّہ بھی کسی مورتی یا تصویر کے اعضاء کے نام بتا سکتا

ہے۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ حروف کندہ کرنے کا مقصد کُچھ اور تھا۔ لہٰذا میں نے ان حروف کو ترتیب دے کر ایک با معنی لفظ ہارن (سینگ) بنایا۔ اِن حروف سے اس کے علاوہ اور با معنی لفظ بنتا ہی نہیں۔"

"تم ٹھیک سمجھے۔۔۔ خُدا کی قسم بالکل ٹھیک ہے۔" سر جارج نے چیخ کر کہا۔ "لیکن تم نے یہ کیسے کہا کہ خزانہ کی توقع نہیں۔"

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دفعتاً جولیا چیخ پڑی۔ فریدی چونکا۔ ایک سیاہ رنگ کا چھ فٹ اُونچا بن مانس ان کی طرف چلا آ رہا تھا۔ فریدی نے سر جارج وغیرہ کو غار کے اندر دھکیل دیا اور خود رائفل سیدھی کر کے نشانہ لینے لگا۔ رائفل چلی بن مانس کے داہنے شانے پر سے بال اُڑ گئے، اس نے لڑکھڑا کر ایک خوفناک چیخ ماری پھر فریدی کی طرف جھپٹا۔

فریدی نے پھر فائر کیا اس بار گولی ٹھیک اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔ وہ گر پڑا۔

اُس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی، لیکن کھڑا نہ ہو سکا۔ وہ بیٹھ کر مٹّی اُڑانے لگا۔ اُس کی چیخیں بہت زیادہ خوفناک ہوتی جا رہی تھیں۔ فریدی نے پے در پے فائر کیے اور وہ بالآخر ڈھیر ہو گیا۔

عجیب خانہ

تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد جولیا کو ہوش آیا اور پھر وہ سب مردہ بن مانس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

"میں نے آج تک اتنا خوفناک گوریلا نہیں دیکھا۔" سر جارج نے کہا۔

"اور اتنا احمق شکاری بھی تم نے نہ دیکھا تھا۔" حمید نے مُسکرا کر کہا۔ "جو خواہ مخواہ اپنی زندگی خطرے میں ڈالتا ہے۔"

"ہم تُم لوگوں کے احسان مند ہیں۔" جولیا بولی۔

"اب ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔" فریدی نے کہا اور کُچھ سوچنے لگا۔ دفعتاً اس کی آنکھیں جگمگا اٹھیں۔ حمید سمجھ گیا کہ اسے کوئی معقول تدبیر سوجھ گئی۔

"آج رات کو ہمیں بہت کُچھ کرنا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یعنی۔۔۔!" حمید نے پوچھا۔

"بتاؤں۔۔۔!" فریدی نے کہا اور بن مانس کی لاش کو کھینچتا ہوا ایک طرف لے چلا۔

"کیا میں بھی آؤں۔" حمید نے پوچھا۔ "نہیں۔۔۔!"

تقریباً آدھ گھنٹہ کے بعد فریدی واپس آیا۔ وہ بن مانس کی لاش کو کہیں دور پھینک آیا تھا۔

"دریا کے اس پار میں نے کُچھ کشتیاں دیکھی ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "آج رات کو اُس میں سے ایک کسی طرح اس کنارے پر لانی ہے۔"

”یہ ایک خطرناک کام ہے۔“حمید بولا۔”اوّل تو اس کنارے تک پہنچنا ہی مشکل ہے اور اگر کسی طرح پہنچ بھی گئے تو واپسی ناممکن ہے کیونکہ وہاں باقاعدہ پہرہ ہے۔“

”میں دیکھ آیا ہوں۔“فریدی نے کہا۔”وہاں صرف تین آدمی ہیں اور پھر میری یہ بے آواز رائفل کس دِن کام آئے گی۔“

”تو کیا تم تیر کر اس کنارے تک جاؤ گے۔“جولیا نے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔!“

”نہیں یہ خطرناک کام ہے۔ معلوم نہیں دریا کتنا دور ہو اور پھر خوفناک جنگلی جانوروں کا خطرہ۔“

”کیا پھر اس جزیرے میں سسک سسک کر جان دینے کا ارادہ ہے۔“فریدی نے کہا۔

”مس جولیا۔۔۔ یہ خاکی جانور کسی کی بات نہیں سنتا۔ بہتر یہی ہے جو کچھ یہ کرے

کرنے دو۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

تاریکی پھیل گئی تھی۔ حمید اور جارج نے خشک لکڑیاں اکٹھا کر لیں اور غار میں آگ جلا دی گئی۔ فریدی دو تین مُرغابیاں شکار کر لایا تھا، جنہیں جولیا اُدھیڑ رہی تھی۔ اس دوران میں فریدی غائب رہا۔ صرف ایک بار کھانا کھانے کے لیے آیا اور پھر چلا گیا۔ آہستہ آہستہ رات گزرتی جا رہی تھی۔ جولیا سر جارج اور حمید غار میں بیٹھے جاگ رہے تھے۔ فریدی کے نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو نیند نہ آئی۔ جارج بار بار جلتی ہوئی لکڑیوں کی روشنی میں گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تین بج گئے لیکن فریدی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

ساڑھے تین بجے باہر قدموں کی آہٹ سُنائی دی۔

"کام ہو گیا۔" فریدی نے غار میں گھُستے ہوئے کہا۔ اس کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔

"کشتی لے آئے۔" جولیا نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔!" فریدی نے آگ کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کُچھ زیادہ دشواری پیش نہیں آئی۔ اُس وقت صرف ایک آدمی کشتی کی نگہبانی کر رہا تھا جسے میں نے رائفل کا کندہ مار کر بے ہوش کر دیا اور کشتی لے آیا۔"

"اوہ۔۔۔ تُم نے اسے مار کیوں نہیں ڈالا۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد ضرور شور مچائے گا۔"

"میں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کا عادی نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "وہ صُبح تک ہوش میں نہیں آسکتا اور اگر آ بھی گیا تو کیا ہو گا۔۔۔ اب وہ ہمارا کُچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"بھلا تمہاری ایک رائفل کس کس کو سنبھال سکے گی۔" جارج نے کہا۔

"اب شاید رائفل چلانے کی نوبت ہی نہ آئے۔" فریدی بولا۔

"وہ کیسے۔۔۔؟" جولیا بولی۔

"بس دیکھتی جاؤ۔" فریدی نے کہا اور کُچھ سوچنے لگا۔ پھر چونک کر بولا۔ "ہم

سورج نکلتے ہی پار پہنچ جائیں گے۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ واقعی تمہارا دماغ خراب ہو چلا ہے۔"

"مُجھ پر اعتماد کرو اور خُدا پر بھروسہ رکھو۔" فریدی نے کہا۔ "ہم روزِ روشن میں اُن کے درمیان پہنچیں گے۔"

"آخر آپ کی اسکیم کیا ہے۔" حمید نے بے تابی سے پوچھا۔

"تم جانتے ہو کہ میں پہلے سے اپنی اسکیم نہیں بتاتا۔"

"ارے اس موت کے جزیرے میں تو اپنے اصول سے ہٹ جایئے۔" حمید نے کہا۔

"شاید موت کے جبڑوں میں بھی ایسا نہ کر سکوں۔"

فریدی نے اپنے کپڑے سکھائے اور پھر باہر نکل گیا۔ وہ ان سے کہہ گیا کہ سورج نکلنے سے پہلے ہی ان کے پاس پہنچ جائے گا۔

فریدی کے چلے جانے کے بعد حمید، جولیا اور جارج کو فریدی کے کارناموں کی داستانیں سُناتا رہا۔ وہ انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا رہا کہ فریدی نے آج تک غلط قدم اُٹھایا ہی نہیں اور وہ اتنا خوش قسمت ہے کہ بعض اوقات اس کی حماقتیں بھی اس کی کامیابی کی وجہ بن گئیں۔ حمید نے انہیں یہ بھی بتایا کہ اسے محض سراغ رسانی کا شوق اس محکمے میں لایا ہے، ورنہ وہ خود ایک کافی مالدار آدمی ہے۔

"اس کی بیوی اس کی وجہ سے کافی پریشان رہتی ہوگی۔" جولیا بولی۔

"میرے شیر نے یہ روگ ہی نہیں پالا۔" حمید نے کہا۔

"کیوں۔۔۔؟"

"محض اسی لیے کہ وہ اسے گھریلو آدمی بنانے کی کوشش کرے گی۔" حمید نے کہا۔ تاریکی آہستہ آہستہ غائب ہوتی جارہی تھی۔ آسمان میں نندا سے چھپکیاں سی لیتے معلوم ہو رہے تھے۔ ہر طرف ایک پُراسرار روح کی گہرائیوں میں اتر جانے والا سنّاٹا تھا۔ دور تک پھیلے ہوئے جنگل بے کراں آسمان کی وسعتوں سے

سرگوشیاں کرتے معلوم ہورہے تھے۔

دفعتاً ایک خوفناک بن مانس خاموشی سے غار میں داخل ہوا۔ حمید کی پُشت غار کے دہانے کی طرف تھی۔ جولیا اور جارج اونگھنے لگے۔ بن مانس کے داخل ہونے کی کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ اس نے حمید کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ حمید چونک کر مڑا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ چیخ کر جارج پر گر پڑا۔ جولیا اور جارج جاگ پڑے۔ دونوں کی گِھگھی بندھ گئی۔ دفعتاً بن مانس آدمیوں کی طرح قہقہہ مار کر ہنسا۔

"ڈرو نہیں۔۔۔ میں فریدی ہوں۔" بن مانس نے کہا۔ "میں نے اس بن مانس کی کھال اُتار کر اپنے جسم پر فٹ کرلی ہے، حمید تم دیکھ کر بتاؤ کہیں سے کوئی کمی تو نہیں رہ گئی۔"

تینوں ہنسنے لگے، لیکن ان کی ہنسی میں اب تک خوف شامل تھا۔ حمید ایک جلتی ہوئی لکڑی اُٹھا کر نیچے سے اوپر تک فریدی کا جائزہ لینے لگا۔

"سو فیصدی خالص بن مانس۔" حمید ہنس کر بولا۔ "لیکن اس حماقت کی ضرورت؟"

"تمھیں پھر سے مہذّب دنیا کی روشنی دکھانے کے لیے۔" فریدی نے کہا۔ "اب میں سمیلی قوم کا ایک زندہ دیوتا ہوں اور تم لوگ میری پناہ میں ہو۔ کیا وہ اب ہمیں اپنی سرزمین میں نہ داخل ہونے دیں گے، مگر اس کھال کی بدبُو سے میرا دماغ پھٹا جارہا ہے۔ سورج نکلنے ہی والا ہے۔ جلدی کرو۔ کشتی کنارے پر تیّار ہے اورہاں اب یہ بھی سُن لو۔ اب میں اس وقت تک خاموشی اختیّار کر لوں گا جب تک ہم اس سرزمین سے نکل نہ جائیں۔ جارج تم اس بات کا خیال رکھنا کہ آرتھر اوراس کی سفید ملکہ یہاں سے نکل کر کسی طرف جانے نہ پائیں۔ ہم انہیں واپس لے چلیں گے۔"

چاروں جاکر کشتی پر بیٹھ گئے۔ حمید کشتی کھینے لگا۔ سر جارج رائفل لیے بیٹھا تھا۔ دوسرے کنارے پر کوئی نہیں تھا۔ صرف دو تین کشتیاں کھڑی تھیں۔ وہ بآسانی پار اُتر گئے۔

بن مانس جولیا کا ہاتھ پکڑے تھا۔ حمید اور جارج ان کے پیچھے چل رہے تھے۔ بن مانس کو دیکھ کر جنگلیوں نے اِدھر اُدھر بھاگنا شروع کر دیا۔ جب وہ لوگ بستی میں آئے تو عورتیں اور بچّے ڈر ڈر کر اپنے جھونپڑوں میں گھُس گئے۔ ہر طرف شور برپا تھا۔ لوگ بستی چھوڑ چھوڑ کر جنگل کی طرف بھاگ رہے تھے۔ بہتیرے عبادت گاہوں میں گِر کر چیخیں مار مار کر رو رہے تھے۔ پھر یہ لوگ اس احاطے میں پہنچے جہاں انہوں نے ملکہ اور آرتھر کو دیکھا تھا اور جہاں بڑے بڑے بُت نصب تھے۔ جیسے ہی اُن لوگوں نے بن مانس کو دیکھا بھگدڑ مچ گئی۔ وہاں بھی بہتیرے سجدے میں گر گئے تھے۔ فریدی بن مانسوں کی طرح شور مچاتا ہوا اُچھل کر چبوترے پر چڑھ گیا۔ آرتھر نے بھاگنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں جارج کے ہاتھ میں دبی ہوئی رائفل کی نال اس کے سینے پر تھی۔ ملکہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی۔ فریدی نے اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ تھوڑی دیر بعد اس احاطے میں ان کے علاوہ ایک متنفّس بھی باقی نہ تھا۔ حمید نے آرتھر کے ہاتھ پیر رسّی سے جکڑ کر ایک طرف ڈال دیا اور پھر چاروں طرف سنّاٹا چھا گیا۔ بھاگتے

ہوئے جنگلیوں کا شور کہیں دور سُنائی دے رہا تھا۔ لوگ اپنے اپنے جھونپڑے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ یہ شاید ان کی زندگی میں پہلا موقعہ تھا کہ ان کے دیوتا بن مانس نے ان کی بستی میں آکر انہیں درشن دیا تھا۔

سر جارج سی جی لا دیوتا کی سینگ توڑنے میں مشغول ہو گیا۔ حمید اور جولیا کھانے پینے کا سامان اکٹھا کرنے لگے۔ بے ہوش ملکہ ابھی تک فریدی کے کاندھے پر پڑی تھی۔

چند گھنٹوں کے بعد وہ ایک بڑی کشتی میں بیٹھے دریائے نامتی پار کر رہے تھے۔ فریدی نے حمید کو راستے کے متعلّق پہلے ہی سمجھا دیا تھا۔ وہ دریائے نامتی پار کر کے جارج والے نقشے کے مطابق سفر کرنے کے بجائے دریائے نامتی کی شاخ ستیل ندی سے گزرتا ہوا آبی سفر جاری رکھنا چاہتا تھا۔ اس طرح وہ کشتی پر بیٹھے ہی بیٹھے رام گڑھ کے قریب پہنچ سکتے تھے۔ جارج والا نقشہ اب سے تین سو برس پرانا تھا جسے سر ہنری نے ترتیب دیا تھا، اور فریدی نے یہ اقدام اپنی جغرافیائی معلومات کی بنا پر کیا تھا، اِس طرح سفر جاری رکھنے کی ایک وجہ اور یہ بھی تھی کہ

انہیں سواری کے لیے اور کوئی دوسری چیز مل بھی نہیں سکتی۔ خچروں کو آرتھر کے ورغلائے ہوئے مزدوروں سمیت وہ پہلے ہی بھگا چکا تھا۔

حمید اور سر جارج کشتی کھے رہے تھے، آرتھر بندھا ہوا پڑا تھا۔ ملکہ ہوش میں آ چکی تھی۔ وہ خاموش اور سہمی ہوئی ایک طرف بیٹھی تھی۔ فریدی اب تک بن مانس کی کھال پہنے ہوئے تھا۔ اسے خوف تھا کہ سمیلی قوم کے لوگ حملہ نہ کر بیٹھیں۔ اس لیے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ کھال اس وقت تک پہنے رہے جب تک کہ اس علاقے میں سے گزر نہ جائے۔ گرمی اور کھال کی بدبُو کی وجہ سے اس کا سر چکرانے لگا۔

"خزانے کا کیا ہوا سر جارج؟" آرتھر نے پڑے پڑے پوچھا۔ "اور اس وحشی جانور کو تم نے کس طرح قابو میں کیا۔"

"وحشی جانور کی ایک لمبی داستان ہے۔ وہ پھر کبھی سناؤں گا۔" سر جارج پھیکی مُسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "لیکن خزانہ۔۔۔ خزانے پر تم پہلے ہی قبضہ پا چکے ہو

اور اس کے تنہا مالک ہو۔ مُجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" آرتھر چونک کر بولا۔ "میں قسم کھانے کے لیے تیّار ہوں کہ مُجھے خزانہ نہیں مل سکا۔"

"تم جھوٹے ہو۔" جارج نے ہنس کر بولا۔ "وہ خزانہ اس وقت بھی تمہارے پاس ہے اور تم اس کے تنہا مالک ہو۔"

"اوہ۔۔۔ سر جارج میں جانتا ہوں کہ تم دھوکہ دہی کے سلسلے میں مُجھے قانون کے حوالے کر دوگے۔ لیکن مُجھے اس طرح زِچ مت کرو، میں سب کُچھ بھگتنے کے لیے تیّار ہوں۔ خزانہ تمہیں مبارک رہے۔ تم جیتے میں ہار گیا۔ لیکن میری درخواست ہے کہ میرا مضحکہ مت اڑاؤ۔"

"آرتھر مُجھے تم سے ہمدردی ہے۔" سر جارج نے کہا۔ "تُم نے مُجھے دھوکا ضرور دیا تھا لیکن میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ محض اس لیے کہ اب تم اس خزانہ پر قابض ہو چکے ہو اور اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو میں کبھی تمہیں معاف نہ کرتا۔"

”سر جارج مُجھے پریشان نہ کرو۔“ آرتھر نے ایک بچّے کی طرح بے بسی سے کہا۔

”بخدا میں تمہیں پریشان نہیں کر رہا ہوں۔“ جارج نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”یہ لو میں تمہارے ہاتھ پیر بھی کھولے دیتا ہوں۔“

جارج نے بن مانس کی طرف دیکھا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی سر جارج نے آرتھر کے ہاتھ پیر کھول دیئے۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ حیرت کی وجہ سے اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نکل نہ سکا۔ البتّہ ملکہ کے چہرے پر بشاشت دوڑ گئی۔

”تو کیا اب یہ لوگ ہمیں قتل نہ کریں گے۔“ ملکہ نے لاطینی زبان میں آرتھر سے پوچھا۔

”نہیں۔۔۔!“ آرتھر نے جواب دیا۔ ”لیکن میں ابھی کُچھ نہیں کہہ سکتا۔“

پھر وہ جارج کی طرف مخاطب ہوا اور حمید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

”اس گونگے کا ساتھی کہاں گیا۔“

”اُسے بن مانس نے مار ڈالا۔“ سر جارج نے سنجیدگی سے کہا۔

”مُجھے افسوس ہے۔“ آرتھر بولا۔ ”وہ ایک بہادر اور وفادار آدمی تھا اور میں اس کے مقابلہ میں ایک ذلیل آدمی ہوں۔“

”تُم اس خزانے کے لیے بے تاب ہو۔“ سر جارج نے کہا۔ ”لو یہ رہا خزانہ۔ یہ سی جی لا دیوتا کی سینگ کے اندر سے نکلا ہے۔“

سر جارج نے ایک بہت پرانا تہہ کیا ہوا کاغذ آرتھر کی طرف بڑھایا۔ آرتھر اسے لے کر بُلند آواز میں پڑھنے لگا۔۔

”تُم خزانے کی تلاش میں آئے ہو۔ خوش آمدید۔ میں سچ مچ ایک بہت بڑا خزانہ تمہیں سونپ رہا ہوں۔ کیا تمہارے لیے یہ خزانہ کم ہے کہ تم ایک سفید فام عورت یا اُس کے بچّوں کو وحشی درندوں کے پنجوں سے آزاد کرا کے اپنے ساتھ لیے جا رہے ہو۔ کیا یہ کم ہے کہ تمہارے اِس کارنامے پر تمہاری آنے والی نسلیں فخر کر سکیں گی۔ میں سر ہنری فنلے اپنی سفید فام بیوی (جو اِن وحشیوں کی ملکہ

ہے) کے بطن میں ایک یاد گار چھوڑے جا رہا ہوں۔ میں جا رہا ہوں ورنہ میں بھی اِن کی درندگی کا شکار ہو جاؤں گا۔ اپنے ملک میں پہنچ کر اس بات کی کوشش کروں گا کہ اپنے ساتھ یہاں تک ایک مہم لے آؤں اور اپنی بیوی کو یہاں سے لے جاؤں، لیکن مُجھے اس کی اُمّید نہیں۔ میری قوم صرف ایک عورت کے لیے اتنا بڑا خطرہ مول نہ لے گی۔ خیر میں انتہائی کوشش کروں گا۔ اور اگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو میں اپنی لالچی قوم کو دوسری طرح راضی کروں گا۔ میں سی جی لا دیوتا کی ایک پیتل کی مورتی بنا کر اسے انتہائی پُراسرار طریقے پر شہرت دوں گا۔ اِن دِنوں میرے ملک میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو خزانوں کی تلاش میں مشرق کا سفر کرتے ہیں۔ دولت کے لالچ میں اپنی زندگی کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ میں انہیں اسی طرح کچنار کے جنگلوں میں بھیجوں گا۔ کاش یہ میرا مشن کامیاب ہو سکے۔ بہت ممکن ہے کہ میری اولاد ہی میں سے کوئی اِس کی کوشش کرے۔ بہر حال میں خُدا اور اس کے بیٹے کی رحمتوں کا منتظر ہوں۔ اگر میں اِس مشن میں کامیابی سے پہلے مر بھی گیا تو اس وقت تک میری روح بے قرار رہے گی

جب تک میرے سفید فام بچّے اپنے مہذب ملک میں نہ پہنچ جائیں۔ تُم پر خُدا اور اس کے بیٹے کی برکتیں نازل ہوں۔

سر ہنری فنلے

یکم اپریل ۱۷۱۳ء

آرتھر نے قہقہہ لگایا اور وہ پرچہ واپس کر دیا۔ حمید اور جولیا حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔

"کیا بات ہے۔" ملکہ نے آرتھر سے پوچھا۔

"ہم لوگ خزانے کی تلاش میں آئے تھے۔" آرتھر نے کہا۔ "اور میں نے وہ خزانہ پالیا اور اُس کا تنہا مالک ہوں۔" اور پھر آرتھر نے اسے سب کُچھ سمجھا دیا۔ وہ کُچھ بولی نہیں۔ اس کے چہرے سے بہر حال یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اسے اپنی حکومت چھوڑنے کا غم ہے۔

دِن گزرتا جارہا تھا۔ سورج آہستہ آہستہ مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ وہ کچنار

کے علاقے سے نکل کر سیتل ندی کے دہانے میں داخل ہو رہے تھے۔ فریدی بدستور خاموش بیٹھا تھا۔ ملکہ کبھی کبھی خوف زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ آرتھر بھی مطمئن نہیں تھا۔

"لیکن ان لوگوں پر ہمارا دیوتا میمون اعظم کیسے مہربان ہو گیا۔" ملکہ نے طویل خاموشی کے بعد آرتھر سے لاطینی زبان میں کہا۔

"اے ملکہ میں نے مناسب سمجھا کہ تجھے تیری نسل کے دو آدمیوں میں بھجوا دوں۔" بن مانس لاطینی زبان میں بولا۔ آرتھر اچھل پڑا اور ملکہ۔۔۔ سجدے میں گر گئی۔

"ارے ملکہ سجدے سے اُٹھ۔ تُو خوش قسمت ہے کہ اس وقت تیری نسل کے لوگ تیرے پاس موجود ہیں۔ یہ بوڑھا تیرا عزیز ہے اور یہ لڑکی شاید رشتے میں تیری بہن لگتی ہے۔ اُٹھ اور ان دونوں کو بوسہ دے۔" میمون اعظم نے گرج کر کہا۔

ملکہ نے اُٹھ کر جارج اور جولیا کی پیشانیاں چوم لیں۔۔۔ انہوں نے بھی اسے بوسہ دیا۔ ”اور بیٹا آرتھر۔۔۔!“ بن مانس انگریزی میں بولا۔ ”آج سے عہد کرلو کہ کبھی اپنے ساتھیوں کو دھوکہ نہ دوگے۔“

”ارے سر جارج یہ تو انگریزی بھی جانتا ہے۔“ آرتھر سہمی ہوئی آواز میں بولا۔

”میں دیوتا ہوں۔۔۔ آرتھر۔“ بن مانس نے حمید کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”میں حکم دوں تو یہ گونگا بھی انگریزی بولنے لگے۔ ہاں گونگے آرتھر سے انگریزی میں بات کر۔“

”کیپٹن آرتھر۔۔۔ دیوتا سچ کہتا ہے۔“ حمید نے مُسکرا کر انگریزی میں کہا۔ آرتھر بوکھلا گیا۔

”جارج یہ کیا معاملہ ہے۔“ آرتھر نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

”میں کیا جانوں۔“ جارج اُٹھتا ہوا بولا۔ ”میں بہت تھک گیا ہوں۔ اب ذرا تُم پتوار پکڑلو۔“ آرتھر خاموشی سے پتوار کھینے لگا۔

”اچھا اے گونگے اب تو بھی اُٹھ تیری جگہ میں بیٹھوں گا۔ تو بھی تھک گیا ہو گا۔“ بن مانس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

حمید ہٹ گیا، اس کی جگہ بن مانس کشتی کھینے لگا۔

”مسٹر فریدی۔۔۔اب آرتھر کو زیادہ پریشان نہ کرو۔“ جولیا بولی۔

”مُجھے بھی بہت گرمی لگ رہی ہے۔“ فریدی نے کہا اور پتوار رکھ کر اپنی کھال اُتارنے لگا۔

آرتھر کے منہ سے حیرت کی چیخ نکل گئی۔ فریدی اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گیا تھا۔ اس نے پہاڑی مزدور والا میک اپ بھی بگاڑ دیا تھا۔

”تُم یہاں کہاں۔“ آرتھر چیخ کر بولا۔ ”تُم وہی ہو جس نے میرے دو عمدہ قسم کے کُتّوں کا خون کر دیا تھا۔“

”ہاں میں وہی ہوں۔“ فریدی نے کہا اور خاموش ہو گیا۔

جولیانے سارا واقعہ آرتھر کو بتایا۔

"مسٹر فریدی تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" آرتھر نے فریدی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "مُجھے اُسی وقت تُم پر شبہ ہو گیا تھا جب تم نے افریقہ کے حوالے دینے شروع کر دیئے تھے۔ لیکن تم نے بہت خوبصورتی سے مُجھے یقین دلا دیا تھا۔"

"کیوں سر جارج۔۔۔!" فریدی نے کہا۔ "کیسا خزانہ ملا۔ تمہاری زبانی سر ہنری کی داستان سُنتے ہی میں شبہے میں پڑ گیا تھا۔ محض اس لیے کہ اگر واقعی وہ کسی ایسے خزانے سے واقف تھا تو اس نے خود ہی اُسے شہرت کیوں دی۔ وہ اس مورتی کو دِکھا دِکھا کر چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"ہاں تم نے پہلے ہی خزانے کی طرف سے نااُمّیدی ظاہر کر دی تھی۔" سر جارج نے کہا۔

ان تیزی سے پیش آنے والے واقعات کو ملکہ حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے

اس کے متعلّق آرتھر سے پوچھا۔ آرتھر نے شروع سے آخیر تک ساری داستان سُنادی۔

”کاش میں اپنی قوم کے لوگوں کو یہاں سے پُکار سکتی۔“ ملکہ قہر آلود آواز میں بولی۔ اُس کا چہرہ غصّہ سے سُرخ ہو گیا تھا۔ وہ فریدی کو اس طرح گھور رہی تھی جیسے موقع ملتے ہی اسے قتل کر دے گی۔ پھر اس نے دریا میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی۔ فریدی نے جھپٹ کر اُسے پکڑ لیا۔

”آرتھر بہتر یہی ہے کہ اسے باندھ کر ایک طرف ڈال دو، ورنہ یہ خود کشی کرے گی۔“ صدیوں کا جنگلی پن آسانی سے نہیں جائے گا۔ اسے مہذّب بنانے کے لیے تمہیں سال ہا سال محنت کرنی پڑے گی۔

”میں اس کے لیے سب کُچھ کروں گا۔ مسٹر فریدی۔ میں اسے بے حد چاہتا ہوں۔ اس کے جنگلی پن میں بھی ایک اتھاہ محبّت کی دولت ملی ہے۔“ آرتھر نے کہا اور ملکہ کے ہاتھ پیر باندھ کر اُسے ایک طرف ڈال دیا۔ وہ رو رو کر آرتھر سے

منّت کر رہی تھی کہ اُسے مر جانے دیا جائے۔ تھوڑی دیر بعد وہ خاموش ہو گئی۔

"فریدی تُم کبھی انگلینڈ بھی آؤ گے؟" جولیا نے کہا۔

"میں بھی یہی کہنے والا تھا۔" جارج نے کہا۔

"آؤں گا۔" فریدی نے کہا اور خاموشی سے کشتی کھینچتا رہا۔

"تُم نے مُجھ سے کُچھ نہیں کہا۔" حمید نے جولیا سے کہا۔

"تم بھی آنا۔" جولیا ہنس کر بولی۔

"نہیں ابھی میرا باپ زندہ ہے۔ وہ مُجھے کبھی انگلینڈ نہ جانے دے گا۔" حمید نے ایسی مسکینیت سے کہا کہ سب ہنس پڑے۔

رات کے بے کراں سنّاٹے میں چپوؤں کی "شپاشپ" ایک عجیب سا نغمہ چھیڑے ہوئے تھی۔ سَر پر تاروں بھرا لا محدود آسمان۔۔۔ آسمان صدیوں پرانی کہانی دہرا رہا تھا۔۔۔ اور نیچے لہروں کی "ترل رل رل" ایک غیر فانی گیت گا رہی تھی۔

فریدی ماضی کے دُھندلکوں میں ڈوب گیا۔

ختم شُد